امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 — مورخہ ۳/ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۰/جون ۲۰۲۴ء روز سوموار — شمارہ نمبر 22

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ والدین کی آرزوئیں
■ سوئے حرم جانے والو
■ سیکولر میڈیا ہاؤس کی ضرورت
■ شوہر و بیوی کے لئے عملی ہدایات
■ مدارس کے نظام تعلیم وتربیت کو مثالی بنایا جائے
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

اللہ کو پسند ہے قربانی

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ذی الحجہ کا مہینہ ہجری سال کا آخری مہینہ ہے، اس مہینہ کے ابتدائی دس دنوں کے فضائل احادیث میں مذکور ہیں اور قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے سورۃ الفجر میں جن دس راتوں کی قسم کھائی ہے، بیش تر مفسرین کی رائے یہی ہے کہ یہ ذی الحجہ کے شروع کے دس راتیں ہیں، ان میں خصوصیت سے نیک اعمال کی ترغیب دی گئی ہے، یہ اعمال ذکر واذکار، قیام اللیل اور روزوں کی صورت میں بھی ہو سکتے ہیں، ترمذی شریف کی ایک روایت میں جن کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں، منقول ہے کہ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں کیے گیے اعمال اللہ رب العزت کے نزدیک تمام ایام کی عبادت کے مقابل زیادہ محبوب ہیں، حضرت ابوقتادہ سے مرفوعا مروی ہے کہ ان ایام میں ایک دن کا روزہ پورے سال کے روزوں اور ایک رات کا قیام شب قدر کے قیام کی طرح ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

ذی الحجہ کے ان دس روز وشب میں مسلمانوں کو خصوصیت سے ذکر اللہ کا اہتمام کرنا چاہے، سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مقررہ دنوں کے اندر اللہ کے نام کا ذکر کرتے رہو، محدثین، مفسرین اور خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک یہ مقررہ دن ذی الحجہ ہی کے دس ایام ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دس دنوں میں کثرت سے لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہا کرو، امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ عمل بھی نقل کیا ہے کہ وہ تکبیر کہتے ہوئے بازار نکل جاتے اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہنا شروع کر دیتے۔

دوسرا عمل جس کا حدیث میں ذکر ہے وہ یہ کہ جب ذی الحجہ کا چاند نظر آ جائے تو جس کی جانب سے قربانی ہونی ہے افضل ہے کہ وہ اپنے بال اور ناخن نہ تراشے، عام مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ نویں ذی الحجہ آئے تو اس دن نفلی روزہ رکھیں، حدیث میں ہے کہ نویں ذی الحجہ کے روزہ رکھنے سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، نویں ذی الحجہ سے ہی فجر کی نماز کے بعد سے ہر نماز کے بعد تکبیر تشریق اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کا ورد شروع ہو جاتا ہے، عیدگاہ جانے میں بھی تکبیر کہی جاتی ہے، نماز کے بعد خطبہ میں بھی اللہ کی بڑائی بیان کرنے کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔

ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، اس دن مسلمان دوگانہ ادا کرتے ہیں اور نماز کے بعد جانور کی قربانی کرتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ قربانی کے تین ایام یعنی دس تا بارہ ذی الحجہ کو قربانی سے زیادہ اللہ کے نزدیک کوئی عمل محبوب نہیں ہے، تکبیر تشریق کا اہتمام تیرہ (۱۳) کی عصر تک کی جاتی ہے، تاکہ ہر طرح کی بڑائی بشمول قیمتی جانوروں کی قربانی سے پیدا شدہ کبر ونخوت سے دل ودماغ پاک ہو جائیں۔

قربانی کن جانوروں کی، کی جائے گی اس سے لوگ واقف ہیں، البتہ جانوروں کے انتخاب میں مقامی حالات اور ملکی احوال کو سامنے رکھنا چاہیے، قربانی کی باقیات کو ادھر اُدھر پھینکنے سے تعفن اور بدبو پیدا ہوتی ہے جو آپ کے رہائشی علاقہ کی فضا کو آلودہ کرتا ہے اور راستوں سے گذرنے والے کو اس سے تکلیف پہونچتی ہے، اسلام میں صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے اور راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا بھی صدقہ ہے، اس لیے اپنی آبادی میں اس کا خیال ضرور رکھنا چاہیے، ممکن ہو تو گاؤں والوں کی میٹنگ کر کے صفائی کے اہتمام کا ماحول بنانا چاہیے۔

قربانی کے گوشت میں آپ کے اعزواقربا، فقراء ومساکین کا بھی حصہ ہے، کوشش کیجئے کہ شریعت کے مقررہ اصول کے حساب سے غربا تک قربانی کے گوشت کے تین حصوں میں سے ایک حصہ ضرور پہونچ جائے، تاکہ وہ بھی اللہ کی میزبانی کا لطف اٹھا سکیں، دیکھا یہ جا رہا ہے کہ بڑے کا گوشت تو کسی حد تک غرباء کو مل جاتا ہے، لیکن چھوٹے جانور کا بڑا حصہ ہماری فرج کی زینت بن جاتا ہے اور ہم مہینوں تک اس کا استعمال کرتے ہیں، اپنے حصہ کو محفوظ کر لیجئے، بُرا نہیں، لیکن اس کو محفوظ کرنے کے چکر میں غربا کا حصہ ہضم کر جانا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے قربانی کے گوشت کو بھی دوسروں پر قربان نہیں کرنا چاہتے، پھر کس طرح قربانی کا مزاج بنے گا۔

یہی حال قربانی کے کھالوں کا ہے، یقیناً آپ اسے اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں، لیکن اگر اس کو فروخت کر دیا تو پھر اس کی قیمت کا استعمال آپ کے لیے جائز نہیں ہے، آپ اس سے نہ تو مسجد ومدرسہ کی عمارت کھڑی کر سکتے ہیں اور نہ ہی امام ومؤذن کی تنخواہ پر اسے صرف کر سکتے ہیں، اسے مستحقین زکوۃ تک پہونچانا لازم اور ضروری ہے۔

بہت سارے دانشور یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ جانور ذبح کرنے کے بجائے اس رقم سے غرباء ومساکین کی مدد؛ بلکہ بعض لوگ ''امپاورمنٹ'' کے لیے اس کے استعمال کی وکالت کرتے ہیں، یہ شریعت کے اسرار ورموز سے ناواقفیت کی دلیل ہے، ہر عمل کے اثرات الگ الگ ہوتے ہیں جس کو ہم لوگ سماج میں کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں، مقویات کے استعمال سے بدن قوی ہوتا ہے اور نشہ کا استعمال جسم کو کھوکھلا اور بہت سارے امراض میں مبتلا کرنے کا سبب بنتا ہے، اسی طرح نماز کی پابندی سے تکبر ختم ہوتا ہے، روزہ حرص ولالچ کو بیلنس کرتا ہے، زکوۃ کی ادائیگی سے بخالت کی بیماری دور ہوتی ہے، اور حج سے امتیاز کی بیماری کا خاتمہ ہوتا ہے اسی طرح قربانی سے انسان کے اندر قربانی کا مزاج بنتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ ہمارا اپنا کچھ نہیں ہے، میری نمازیں، میری قربانیاں؛ بلکہ میری زندگی اور موت سب اس کائنات کے رب اللہ رب العزت کے لیے ہے، اس لیے اسلام جب اور جس قسم کی قربانی کا طالب ہوگا، ہم اس کو دینے سے گریز نہیں کریں گے، اس موقع سے ہمیں حضرت ابراہیم نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کو بھی یاد رکھنا چاہیے، جب انہوں نے اپنے لڑکے کی قربانی دینے کا عزم بالجزم اللہ کی رضا کے لیے کر لیا تھا، صبر کے پیکر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ذبح ہونا قبول کر لیا تھا؛ بلکہ ذبح کے طریقے بھی بتائے تھے کہ مجھے پیشانی کے بل لٹا یئے؛ تاکہ چہرے پر نظر پڑنے سے آپ کی شفقت پدری اس قربانی کی راہ میں حائل نہ ہو، چاقو حلقوم پر رکھدی گئی، لیکن اللہ صرف اپنے خلیل کی فدائیگی دیکھنا چاہتے تھے، یہ پورا ہو گیا تو ایک دوسرے جانور کی قربانی ہوئی حضرت اسماعیل بچ گیے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ امتحان میں کامیاب ہو گیے، کیسا عجب ہوگا یہ منظر اور عرش پر کیسا تہلکہ فرشتوں کے درمیان ہوا ہوگا، سوچ کر عقل کام نہیں کرتی، اس طرح قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اس ابراہیمؑ کی جس پر ہم ہر نماز میں درود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جس طرح برکت کی دعا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کرتے ہیں، حضرت ابراہیم نبینا علیہ السلام کے لیے بھی کرتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی اسلام کے ماننے والوں کا مسلمان نام رکھا ہے۔

قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے، بھلا کوئی جانور کے بال گن سکتا ہے جس طرح جانور کے بالوں کی گنتی اللہ ہی جانتا ہے، اسی طرح قربانی پر اجر وثواب بھی اسی حساب سے اللہ رب العزت دیتے ہیں، قربانی کے یہ جانور پل صراط میں ہمارے لیے سواری کے کام آئیں گے اس لیے حکم دیا گیا کہ موٹے جانور کی قربانی کی جائے جس میں کوئی جسمانی عیب نہ ہو، یہاں پر یہ بات ذہن میں نہیں لائی جائے کہ چھوٹے جانور کس طرح انسان کا بوجھ برداشت کریں گے اور بڑے جانور پر پل صراط پار کرنے کے لیے سات آدمی کس طرح لد جائیں گے۔ جو اللہ معدوم چیزوں کو وجود بخش دیتا ہے اس کے لیے کیا بعید ہے کہ وہ ان جانوروں کو ضرورت کے مطابق توانا بنا دے اور ہم تیزی کے ساتھ پل صراط پار کر جائیں۔

لیکن اس کا سارا مدار دل کی کیفیات پر ہے، قربانی اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے، اور اگر دکھاوے، نمود ونمائش اور ریا کاری کے لیے کیا ہے تو وہ صرف گوشت کھانے کے ہی کام کا ہے، پل صراط پر ایسی قربانی کے کام آنے کا خیال چھوڑ دینا چاہیے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے صاف صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ اللہ کے نزدیک قربانی کے جانور کا گوشت اور خون نہیں پہونچتا، اس کے نزدیک صرف تقویٰ کی قدر ہے اور تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس میں اللہ کا خوف، اللہ کی خشیت اور ڈر شامل ہو۔ (بقیہ صفحہ ۷ پر)

اچھی باتیں

''یہ شکایت نہیں تجربہ ہے، قدر کرنے والوں کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ ☆ غربت اپنے ہی شہر میں انسان کو اتنا اجنبی کر دیتی ہے کہ اپنے لوگ بھی پہچاننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ☆ وقت کی وقت پر قدر کریں وقت کے پاس بھی اتنا وقت نہیں کہ آپ کو دوبارہ وقت دے سکے ☆ حرام اور حلال پر کوئی لیبل لگا نہیں ہوتا ان میں جو چیز فرق کرواتی ہے وہ ہے ''خوف خدا'' ☆ مضبوط اور ثابت قدم رہو زندگی ماں نہیں جو ترس کھائے گی۔ ☆ ہوشیار ہونا اچھی بات ہے، لیکن دوسروں کو بے وقوف سمجھنا سب سے بڑی بے وقوفی ہے۔ ☆ کبھی کبھی انسان ختم ہو رہا ہوتا ہے اور لوگوں کو لگتا ہے کہ وہ بدل رہا ہے۔''

(حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''ابراہیم لنکن نے کہا تھا، انتخاب میں لوگوں کا فیصلہ ہوتا ہے اگر وہ آگ سے منہ موڑتے ہیں اور جسم کے پچھلے حصے کو جلا لیتے ہیں تو انہیں اپنے زخموں پر بیٹھنا پڑیگا، تھامس فریڈمین کا ماننا تھا، جب عوام میں مقبول نیتا بنا سوچے سمجھے کچھ بھی کہنے اور بولنے لگتے ہیں تو بڑے مسائل پر سمجھداری سے غور کر پانا ناممکن ہو جاتا ہے، ہمارے یہاں ہو رہے لوک سبھا انتخاب میں مُدّے مر چکے ہیں اور وہ سیاست کے غیر اخلاقی قبرستان میں دفن ہو چکے ہیں، غیر مہذب انداز حاوی ہو چکا ہے، جو لڑائی اعلیٰ اخلاقی اقدار سے شروع ہوتی تھی وہ اب زوال کی انتہا پر پہونچ چکی ہے۔'' (پربھو چاؤلا: پربھات خبر 14/5/24)

اللہ کی باتیں —— رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خوش مزاج بنئے

’’یہ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ان کے لئے نرم خو ہیں، اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے لوگ بھاگ لئے ہوتے، لہذا آپ انہیں معاف کردیں، ان کے لئے مغفرت کی دعاء کریں اور اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں‘‘ (سورہ آل عمران، آیت:۱۵۹)

مطلب: ملت کے دعاۃ اور قوم کے مذہبی پیشواؤں و رہنماؤں کو نہایت ہی نرم گفتار اور خوش مزاج ہونا چاہئے، تاکہ مدعو کے دلوں میں عقیدت، الفت و محبت کے جذبات فروغ پائیں اور ان کے دعوتی پیغام کو خوشدلی سے قبول کریں، اس لئے کہ وہ جس امت کے داعی ہیں، اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی نرم خو، نرم گفتار اور خوش اخلاق تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذاتی معاملات میں اپنے صحابہ کی کمی وکوتاہی کو صرف نظر فرماتے، ناگواری کی حالت میں بھی آپ کی پیشانی پر شکن نہیں پڑتا اور نہ ہی دل میں کوئی میل کچیل ہوتا، یوں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے رنجیدہ خاطر ہوجانا دنیا ہی کی نہیں آخرت کا بھی نقصان ہے اور تمام نیکیوں کو ضائع کرنے کے لئے کافی ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے آپ کے حسن اخلاق کی تعریف وتحسین کی اور کہا کہ اے نبی! آپ صحابہ کے لئے اخلاق کے اعلیٰ نمونہ پر فائز ہیں، یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر دعاۃ کو نرم مزاج ہونا چاہئے، ورنہ بجائے اس کے کہ لوگوں میں اس کی دعوت وتبلیغ اور دینی رہنمائی کے تئیں محبت پیدا ہو نفرت پیدا ہوجائے گی، یاد رکھئے کہ خندہ روئی سے بات کرنے سے مخاطت کا دل نرم پڑتا ہے اور وہ توجہ ودل جمعی سے باتوں کو سنتے ہیں، اگر ترش روئی سے بات کی جائے تو ایسی مجلسوں میں شرکت کرنے سے لوگ کتراتے ہیں، باوجودیکہ وہ قائد ورہنما صاحب فضل وکمال ہیں، وہ بے فیض بن کر زندگی گذارتے ہیں، کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی گفتگو میں مخاطب پر طنز کستے ہیں، یا محفلوں میں مذاق اڑاتے ہیں، جن سے نفرتیں اور دوریاں پیدا ہوتی ہیں اور ملنے جلنے کے رشتے بھی کمزور پڑتے ہیں، ایسا شخص بھی بافیض ہونے کے باوجود بے فیض رہتا ہے، اس لئے اگر کوئی ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں اور معافی کے طلب گار بن جائیں، کیوں کہ جو لوگ اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتے انہیں بناوٹی باتوں کا سہارا لینا پڑتا ہے اور پھر وہ اس سے زیادہ پریشانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، پھر ان پر جھنجھلاہٹ کی کیفیت اور غصہ کی آگ بھڑکنے لگتی ہے، اس لئے حدیث پاک میں حالت غیض وغضب میں بات کرنے سے روکا گیا، کیوں کہ جب آدمی کو غصہ آتا ہے تو اس کی زبان بے لگام ہوجاتی ہے، غصہ عقل کو صحیح طور پر سوچنے اور فیصلہ کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے، غصہ آنے کے بہت سے اسباب ہوسکتے ہیں، ان میں غصہ کہیں عزت نفس کو ٹھیس پہونچنے سے آتا ہے، کہیں مفاد کے خلاف کام کرنے سے آتا ہے اور کہیں ظلم وزیادتی کو زیادہ سہنے سے آتا ہے، ہر مرحلہ میں شریعت نے ہماری رہنمائی کی ہے جس میں بنیادی طور پر سوچ اور خیالات کو بدلنے اور حکمت وتدبیر سے معاملہ کو حل کرنے کی تعلیم دی ہے، گویا مذکورہ آیت میں دعاۃ کو اسوہ نبوی کے مطابق پر داعیانہ کردار ادا کرنے اور اپنے کردار وعمل میں روحانیت ونورانیت پیدا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سفارش کرنا باعث اجر وثواب ہے

’’حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل آتا اور آپ سے کوئی ضرورت طلب کرتا تو آپؐ فرماتے ہیں ’’سفارش کرو اجر پاؤگے اور ایک روایت میں ہے تاکہ تم اجر پاؤ اور وہ فیصلہ کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کی زبان پر جو چاہے فیصلہ کرے (یعنی تم میرے سامنے مسائل کی سفارش کردیا کرو تاکہ تم اجر وثواب کے مستحق ہوجاؤ (بخاری شریف)

مطلب: ہر شخص کی زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے جس میں وہ دوسروں سے مدد کا طلبگار رہتا ہے، خواہ وہ انسان جاہ ومنصب اور اقتدار وحکومت کے تخت پر فائز ہی کیوں نہ ہو کسی نہ کسی وقت اس پر ایسی افتاد پڑتی ہے کہ اس کو دوسرے سے مدد لینے کی ضرورت پڑ جاتی ہے اس لئے ہر انسان کو اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کیلئے تیار رہنا چاہئے، ان کے ساتھ خیر خواہی وہمدردی کرنی چاہئے اور ان کے دکھ درد میں شریک رہنا چاہئے تاکہ اس کی مصیبت کے وقت دوسرا بھائی شریک کار رہے، یاد رکھئے کہ کسی کی حاجت روائی کبھی ضائع نہیں ہوتی، نیکی ہمیشہ اچھے نتائج پیدا کرتی ہے، اگر آپ ضرورت مندوں کی حاجت روائی نہیں کرسکتے ہیں تو نرمی اور خوبصورتی سے معذرت کر دیجئے، مگر جھڑک کر ہرگز بات نہ کیجئے، دوسروں کا خیال رکھنے اور ان کی مدد کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ کسی دوسرے سے اس مستحق شخص کی سفارش کردیجئے، اگر آپ نے کسی کے نیک کام کی سفارش کردی تو آپ کو بھی اس نیک کام میں حصہ لینے کا اجر ملے گا، بخاری شریف کی روایت ہے کہ جس میں فرمایا گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرماتے کہ تم سفارش کرو تمہیں بھی ثواب ملے گا، سفارش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اس سے حق دار کو حق مل جاتا ہے اور اس کے ذریعہ اس کی حوصلہ افزائی ہوجائے، البتہ ناجائز کاموں میں ہرگز کسی کی سفارش نہ کیجئے، ورنہ آپ بھی گنہگار ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو نیک بات کی سفارش کرے گا، تو اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہوگا اور جو بری بات کی سفارش کرے گا تو اس کے گناہ میں وہ بھی حصہ پائے گا اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے (نساء) اس لئے خیر اور بھلائی کے کاموں میں اپنی وسعت کے مطابق مدد کرتے رہئے اور شر کی الائشوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

میت کی طرف سے قربانی

س: میں ہر سال اپنے مرحومین کی جانب سے قربانی کیا کرتا ہوں، شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں اور مرحومین کو اس کا ثواب پہونچے گا یا نہیں، گوشت کا کیا حکم ہے؟

ج: مسلم شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا اپنی طرف سے، اپنی آل کی طرف سے اور اپنی امت کی طرف سے قربانی کی: ’’اخذ الکبش فاضجعه ثم ذبحه ثم قال: بسم الله اللّٰهم تقبل من محمّد وال محمّد ومن امّة محمّد ثم ضحّی‘‘ (صحیح مسلم: ۲/۱۵۶)

اور امت میں بہت سارے لوگ انتقال بھی کر چکے تھے، معلوم ہوا کہ مرحومین کی طرف سے قربانی درست ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے:

’’عن حنش قال رأیت علیا رضی الله عنه یضحی بکبشین فقلت له ماهذا فقال إنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم أوصانی أن أضحی عنه فأنا أضحی عنه‘‘ (سنن ابی داؤد، ص:۳۸۵، کتاب الضحایا)

اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مالی عبادت میت کی طرف سے انجام دے کر اس کا ثواب میت کو پہونچایا جاسکتا ہے اور قربانی بھی ایک مالی عبادت ہے جس پر بہت ثواب ہے، لہذا میت کی جانب سے قربانی کرنا شرعاً جائز ہے، اس کا ثواب ان شاء اللہ میت کو پہونچے گا۔

پس صورت مسئولہ میں اگر آپ مالک نصاب ہیں اور اپنی طرف سے قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مرحومین کی طرف سے بھی ایک دو حصہ قربانی کرتے ہیں تو شرعاً جائز ہے، ثواب میت کو ملے گا اور گوشت کے مالک آپ ہوں گے، آپ خود بھی کھاسکتے ہیں اور دوست واحباب کو بھی کھلاسکتے ہیں: ’’من ضحی عن المیت ...... والاجر للمیت والملک للذابح‘‘ (رد المحتار: ۹/۴۷۲)

لیکن اگر آپ مالک نصاب ہونے کے باوجود ہر سال دوسروں کی جانب سے قربانی کرتے ہیں، اپنی طرف سے نہیں کرتے تو ایسی صورت میں وجوب آپ کے ذمہ باقی رہنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔

قربانی کے بدلہ قیمت صدقہ کرنا

س: کیا قربانی کے دنوں میں قربانی ہی کرنا ضروری ہے، اگر اس کے بدلہ جانور کی قیمت صدقہ کردی جائے تو کیا یہ کافی نہیں ہوگا، جبکہ بے روزگاری کی وجہ سے لوگوں کو روپے کی شدید ضرورت ہے؟

ج: غریبوں اور حاجتمندوں کا خیال رکھنا، ان کی ضرورتوں کو پوری کرنا یقیناً انسانیت کی عظیم خدمت اور بہت بڑا کار ثواب ہے، جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے زکوۃ وصدقات کا مستقل باب رکھا ہے اور ایسے لوگوں کی فراخ دلی کے ساتھ تعاون کی تلقین کی ہے، لیکن قربانی جہاں ایک اہم مالی عبادت ہے وہیں شعائر اسلام اور اللہ تعالیٰ کے دو اولو العزم پیغمبر سیدنا حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی عظیم یادگار بھی ہے جس کو ختم نہیں کیا سکتا، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی زندگی میں ہر سال قربانی کی: ’’أقام رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة عشر سنین یضحی‘‘ (سنن الترمذی: ۱/۲۷۷) اور حضرات صحابہ کرام سے فرمایا: یہ تمہارا باپ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت (ویادگار) ہے: ’’سنة أبیکم ابراهیم (علیه الصلوٰة والسلام)‘‘ (ابن ماجه، ص: ۲۳۳)

اور فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں بندہ مومن کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وپسندیدہ عمل قربانی ہی ہے: ’’ما عمل اٰدمی من عمل یوم النحر أحب الیٰ الله من إهراق الدم‘‘ (سنن الترمذی: ۱/۲۷۵)

اس کے برخلاف جو شخص وسعت وصلاحیت کے باوجود قربانی نہ کرے اس کے متعلق اپنی خفگی وناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے: ’’من کان له سعة ولم یضح فلایقربن مصلانا‘‘ (ابن ماجه: ۲۳۲) ورجاله ثقات (فتح الباری: ۱۰/۴)

اسی وجہ سے حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ ایام قربانی میں صاحب نصاب پر قربانی کرنا ہی ضروری ہے، جانوروں کی قیمت کا صدقہ کرنا، قربانی کا بدل نہیں ہوسکتا، اگر کسی نے وقت رہتے قیمت صدقہ کردیا، تو یہ کافی نہیں ہوگا اور قربانی کا وجوب اس کے ذمہ باقی رہے گا: ’’ومنها أن لایقوم غیرها مقامها حتی لو تصدق بعین الشاة أو قیمتها فی الوقت لایجزیه عن الأضحیة، لأن الوجوب تعلق بالإراقة والأصل ان الوجوب اذا تعلق بفعل معین انه لایقوم غیره مقامه کما فی الصلوٰة والصوم وغیرها‘‘ (بدائع الصنائع: ۴/۲۰۰)

لہذا صورت مسئولہ میں جس کے ذمہ قربانی واجب ہے، وہ قربانی ہی کرے اور غریبوں اور حاجتمندوں کی ضرورت کی تکمیل زکوٰۃ، صدقات وعطیات اور نفل قربانی جو کیا کرتا تھا وہ نہ کرکے اس کی رقم وغیرہ کے ذریعہ کرے۔

اگر کسی وجہ سے قربانی نہ کرسکے

س: اگر کسی وجہ سے قربانی کا جانور نہ مل سکے تو کیا بڑے جانور میں ایک حصہ کے بقدر رقم صدقہ کردینے سے ذمہ سے سبکدوش ہوجائے گا یا خصی کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔

ج: صورت مسئولہ میں بہت کوشش کے باوجود بھی جانور نہ مل سکے یہاں تک کہ قربانی کے ایام گذر جائیں تو ایسی صورت میں قربانی کے قابل ایک متوسط بکرے کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی، بڑے جانور کے ایک حصہ کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں ہوگا: ’’قوله (تصدق بقیمتها)... فبین ان المراد اذا لم یشترها قیمة شاة یجزی فی الاضحیة کما فی الخلاصة وغیرها قال القهستانی أو قیمة شاة وسط کما فی الزاهدی‘‘ (رد المحتار: ۹/۴۶۵) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 22 مورخہ ۳/ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۰/جون ۲۰۲۴ء روز سوموار

اٹھارہویں پارلیمانی انتخاب کے نتائج

جمہوریت کا سب سے بڑا تہوار کا نتائج آنے کے بعد اختتام پذیر ہوگیا، بی جے پی اور کانگریس میں سے کوئی بھی اپنے بل پر اقتدار کی دہلیز پر دستک دینے کی پوزیشن میں نہ آسکی، البتہ بھاجپا کی انتخابی حلیف جماعتوں کی جیت نے اسے واضح اکثریت دے کر مودی کے اقتدار تک پہونچنے کا راستہ صاف کردیا، انڈیا اتحاد اس کے قریب بھی نہیں پہونچ سکا، لیکن جشن ہر خیمے میں ہے، بی جے پی خوش ہے کہ حلیف جماعتوں کی مجموعی کارکردگی سے اکثریت مل گئی، کانگریس خوش ہے کہ اسے پورے ہندوستان میں دوبارہ زندگی مل گئی ہے اور وہ انڈیا اتحاد کی سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری ہے، الیکشن کمیشن خوش ہے کہ بخیر وخوبی مرحلہ تمام ہوا، ای وی ایم پر کوئی داغ نہیں لگا۔

این ڈی اے کے اقتدار تک پہونچنے کا راستہ بہار، اڈیشہ، مدھیہ پردیش ارونا چل پردیش اور آندھرا پردیش نے ہموار کردیا، بہار میں لالو جی کا غرور، صحیح امیدوار کے انتخاب میں چوک نے این ڈی اے کو برتری دیدی، ان کی دو بیٹیوں میں سے ایک میسا بھارتی کی پاٹلی پترا سے جیت نے ان کے غم کا قدرے مداوا کردیا، گوروہنی اچاریہ کی شکست نے اس خوشی کو ہاف کردیا، میسا بھارتی کی جیت اس معنی میں بہت اہم ہے کہ ۲۰۱۴ء میں اور ۲۰۱۹ء میں اس سیٹ سے میسا بھارتی کو باہر کا راستہ پڑا تھا، اس سیٹ سے لالو جی بھی ایک بار ہار چکے تھے، میسا کی جیت میں تقریبا بائیس سال بعد امارت شرعیہ اور خانقاہ مجیبیہ میں حاضری کا اثر بھی دیکھنے کو ملا اور منہہ بولی بھتیجی نے منہہ بولے چچا کو شکست سے دوچار کردیا، بہار میں راجد کے ٹکٹ پر لڑ رہے دونوں اور جدیو کے ٹکٹ پر لڑ رہے ایک مسلم سیاست داں کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا، سیوان میں راجد نے اگر حنا شہاب کو ٹکٹ دیدیا ہوتا تو وہ سیٹ بھی یقینی طور پر نکل جاتی، انڈیا اتحاد کی سیٹ جو بہار میں کم ہوئی اس کی ایک وجہ یادوؤں کے ووٹوں کی تقسیم ہے، اس نے ان امیدواروں کو بھی ووٹ دیا جو یادو تھے اور انڈیا اتحاد سے الگ تھے۔ بہار میں اگر مسلم تنظیموں نے امارت شرعیہ کی قیادت میں ووٹوں کے تناسب بڑھانے پر محنت نہیں کیا ہوتا تو انڈیا اتحاد کے لیے نتائج اور بھی خراب ہوتے، ان حضرات کی محنت سے ووٹوں کا تناسب انڈیا اتحاد کے حق میں بڑھا، لیکن وہ نتائج میں تبدیل نہ ہوسکے۔

بہار میں سب سے بڑی کامیابی چراغ پاسوان کو ملی، این ڈی اے نے اس کو یہاں پانچ سیٹ دیا تھا اور چراغ پاسوان نے پانچوں سیٹ پر فتح کا جھنڈا لہرادیا، حالاں کہ اس پر ''پریوارواد'' اور ٹکٹ کی بکری کا بھی الزام لگا تھا، لیکن سو فی صد کامیابی نے چراغ کے قد کو اونچا کیا، اور سارے الزامات لوگ بھلا بیٹھے، ان تمام سیٹوں کی جیت سے یہ پیغام بھی لوگوں میں گیا کہ دلت اور پس ماندہ طبقہ کا سیاسی شعور اس قدر بالیدہ ہے کہ وہ کسی دوسرے کو ووٹ دینے کی نہیں سوچتا اور اگر کئی دلت کھڑے ہوگیے ہوں تو بھی اپنے ووٹ کو منتشر ہونے سے بچاتا ہے، جس کا فائدہ اس انتخاب میں چراغ پاسوان کو پورے طور پر مل گیا۔

جدیو کی سیٹیں کم ہوئیں، لیکن اس نے اپنے کام پر ووٹ مانگا تھا، اس لیے عوام نے اسے ووٹ دیا، اور پارٹی اس مقام تک پہونچ گئی کہ وہ این ڈے اے حکومت کے لیے کنگ میکر بن گئی، لالو جی کی خواہش یہی تھی کہ نتیش جی پلٹی ماردیں تاکہ مرکز میں انڈیا اتحاد اور بہار میں تیجسوی کے وزیر اعلیٰ بننے کی راہ ہموار ہوجائے، دیر سویر اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ نتیش جی کی آخری کامیاب پلٹی ہوگی۔

اتر پردیش میں یوگی کے بلڈوزر نے بی جے پی کو اکھاڑ پھینکا، جس کا فائدہ سماج وادی پارٹی کو بھرپور ملا، بھاجپا کا خیال تھا کہ رام مندر بنا کر ہم نے ہندو ووٹوں پر قبضہ جمالیا ہے، لیکن یہ فارمولہ بھی کام نہیں آیا اور فیض آباد ڈویزن کی ساری سیٹیں سماج وادی پارٹی کو چلی گئیں اجودھیا کارڈ کو بھاجپا ووٹ میں تبدیل کرنے میں بری طرح ناکام رہی، کسانوں، مسلمانوں، دلتوں کے ساتھ یوگی کے ظالمانہ رویہ نے بھی دہلی پہونچنے کے راستے کو سخت نقصان پہونچایا، اکھلیش یادو کی بلے بلے رہی اپنی پارٹی کو بھاری کامیابی دلانے کے ساتھ، خاندانی سیاست کو پروان چڑھانے میں وہ کامیاب ہوگیے، خود جیتے، بیوی جیتی اور تین چچازاد بھائی یعنی کل ملائم خاندان کے ایک ساتھ پانچ لوگ پارلیامنٹ پہونچ گیے، یہ ہندوستانی تاریخ میں ایک رکارڈ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ملائم سنگھ یادو کے دور میں چچا شیو پال یادو سے جو جھگڑا تھا، اسے ان لوگوں نے مل جل کر طے کرلیا تھا، اس خاندانی اتحاد نے خاندانی سیاست کو پروان چڑھانے میں نمایاں رول ادا کیا۔ دوسری طرف امیٹھی میں سابق وزیر اسمرتی ایرانی کو کانگریس کے ایک کارکن نے جس کے پاس پارٹی اور گاندھی خاندان سے وفاداری کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی، نریندر مودی کی سب سے محبوب اور پارٹی میں سب سے زیادہ مقبول اسمرتی ایرانی کو ڈیڑھ لاکھ سے زائد ووٹوں سے ہرا کر یہ ثابت کردیا کہ غرور کا سر نیچا ہوا کرتا ہے، شاید مودی جی کو پہلے سے پتہ تھا کہ وہ اس بار ہار جائے گی، اس لیے وہاں انہوں نے انتخابی اجلاس نہیں کیا تھا۔

اڈیشہ، ارونا چل اور مدھیہ پردیش میں بھاجپا نے اس طرح اپنا جھنڈا لہرایا کہ دوسری پارٹیوں کا تقریبا صفایا ہوگیا، ارونا چل، مدھیہ پردیش میں پہلے سے بھاجپا کی حکومت ہے، ارونا چل اسمبلی کے پارلیامنٹ کے ساتھ ہونے والے انتخاب میں پھر سے وہ برسر اقتدار آگئی ہے، اس کا فائدہ اسے ملا، اڈیشہ میں نوین پٹنا یک کے کاموں کو پانڈین کا دیکھنا اور اسے پرچار میں اپنے ساتھ رکھنا بغل میں بٹھانا اور پارٹی کے دوسرے لیڈروں کو اہمیت نہ دینا ہار کا سبب بن گیا، نوین پٹنا یک کی مقبولیت میں آج بھی کمی نہیں ہے، لیکن ریاست سے چوبیس سالہ ان کا اقتدار ختم ہوگیا، اور پارلیامنٹ میں تو صفایہ ہوگیا، بی جے پی پہلی بار اسمبلی میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگئی، یہاں مودی میجک نہیں تھا، لیکن مودی جی کی تقریر کا یہ حصہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا کہ تم لوگ اڈیشہ کو تامل ناڈو کے حوالہ کردوگے، پانڈین تامل ہیں اور نوین پٹنا یک کے اس قدر قریب ہیں کہ حکومت کے سارے کام وہی دیکھتے اور فیصلے لیتے رہے تھے، یہ پورا اڈیشہ پہلے سے جانتا تھا کہ نوین پٹنا یک صرف مکھوٹا ہیں، پردے کے پیچھے اقتدار کی باگ ڈور کسی اور کے ہاتھ ہے، علاقائی تعصب کا یہ منتر کام کر گیا اور مقبولیت کے باوجود نوین پٹنا یک کو اقتدار سے بے دخل ہونا پڑا۔

آسام میں سیاسی پارٹیوں کی ایسی رسہ کشی کام کرگئی، انڈیا اتحاد کا کوئی اثر وہاں دیکھنے کو نہیں ملا، مولانا بدرالدین اجمل بھی بری طرح ہارے، انہیں انڈین نیشنل کانگریس کے رقیب الحسن نے دس لاکھ بارہ ہزار چار سو انتیس ووٹوں سے ہرایا جو پارلیامنٹ الیکشن کی تاریخ میں ایک رکارڈ ہے، اس کی وجہ سے رقیب الحسن کا نام گنیز بک آف انڈیا میں درج ہوسکتا ہے، کانگریس اور آل انڈیا یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کی آپسی لڑائی نے مولانا بدرالدین اجمل کو اس ذلت آمیز شکست تک پہونچادیا کہ ان کی پارٹی کا پوری طرح صفایا ہوگیا، وہ تینوں سیٹ ہار گیے، اگر انڈیا اتحاد کے ساتھ مل کر انتخاب کا سامنا کرتے تو یہ دن دیکھنا نہیں پڑتا۔

آندھرا پردیش میں بھاجپا نے تیلگو دیشم پارٹی کو این ڈی اے کا حصہ بنایا، اس کا فائدہ چندرا بابو نائیڈو کو یہ ملا کہ وہ بھاری اکثریت سے آندھرا پردیش میں کامیاب ہوگیے اور وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے ان کی واپسی ہوگئی، پارلیامنٹ کا الیکشن بھی انہوں نے این ڈی اے کے ساتھ لڑا، اس لیے نتیش کمار کی طرح ان کی حیثیت بھی کنگ میکر کی بن گئی، وہ جب چاہیں دہلی حکومت کو جھٹکا پہونچا سکتے ہیں اور ان کے بغیر دہلی کے اقتدار پر کسی کا قابض رہنا ممکن نہیں ہوسکے گا۔

کرناٹک میں کانگریس کی حکومت تھی، لیکن وہ اس کا فائدہ نہیں اٹھا سکی، راجستھان میں بھی بھاجپا کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا، کیرالہ میں البتہ اس کو ایک سٹ مل گئی، اور پہلی بار وہاں اس کا کھاتا کھل گیا، منی پور، تریپورہ وغیرہ کے نتائج چونکانے والے نہیں رہے، البتہ تامل ناڈو سے بھاجپا کا صفایا ہوگیا، یعنی وہاں اس کا کھاتا نہیں کھل سکا۔

بنگال میں ممتا بنرجی کا جادو باقی رہا اور بھاجپا کا سندیش کھالی مدا بھی فلاپ ہوگیا، یہاں ممتا کی سیٹ بڑھی اور بھاجپا کو کم از کم چھ سیٹ کا نقصان سہنا پڑا۔

مہاراشٹرا میں بھی بھاجپا کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، وہاں کی عوام نے نقلی شیو سینا کو ٹھکرا دیا اور مہا اگھاڑی جس میں کانگریس، شرد پوار کی نیشنل کانگریس پارٹی اور ادھو ٹھاکرے والی شیو سینا بازی مار گئی، ایکناتھ شنڈے جنہوں نے شیو سینا سے بغاوت کرکے بھاجپا کے ساتھ مل کر اقتدار پر قبضہ کیا تھا، اس کو منہہ کی کھانی پڑی اور عوام نے بتادیا کہ وہ مہا اگھاڑی کے ساتھ ہے، جس میں ادھو ٹھاکرے جو بال ٹھاکرے کے اصلی جانشیں ہیں اور شرد پوار جیسا چانکیہ موجود ہے، ہم اسی کو اصل مانتے ہیں۔ لوک سبھا کے ان نتائج نے پورے ملک کو جو سبق دیا ہے وہ یہ کہ

۱۔ اس ملک میں جمہوریت کی جڑیں انتہائی مضبوط ہیں، ڈکٹیٹر شپ، آمریت اور نفرت کی کاشت کو یہاں کے لوگ پسند نہیں کرتے اور جیسے ہی موقع ملتا ہے اسے الٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

۲۔ اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب یہاں کے عوام کو پیاری ہے اور وہ ہندتوا کے تسلط کے ذریعہ اس تہذیب کا خاتمہ نہیں دیکھ سکتے، کانگریس کی بہت ساری سیٹیں اس لیے بڑھ گئیں کہ لوگوں کو راہل گاندھی کی پیدل یاترا میں محبت کا پیغام پسند آیا، اور ان کا یہ جملہ تو سلوگن بن گیا کہ ''میں نفرت کے بازار میں محبت کی دوکان کھولنے نکلا ہوں''۔

۳۔ عوام نے سیاستدانوں کو یہ بھی بتادیا کہ جذباتی تقریریں، جھوٹے وعدے، دوسروں کی توہین کرکے الیکشن نہیں جیتا جاسکتا، اسی وجہ سے مودی کی گارنٹی، منگل سوتر چھین کر مسلمانوں کو دینے وراثتی ٹیکس، مسلمانوں کو رزرویشن دینے، انہیں قبرستان اور پاکستان پہونچانے کی تقریروں پر انتخابی جلسوں میں مودی، مودی کے نعرے خوب لگے، لیکن یہ نعرے ووٹ میں بدلنے پر ناکام رہے، بھاجپا کے پاس اپنی دس سالہ کارکردگی کے نام پر نوٹ بندی، جی، ایس ٹی، رام مندر، تین طلاق کے خلاف قانون، ۳۷۰ کا کشمیر سے خاتمہ، پارلیامنٹ کی نئی عمارت کی تعمیر کے علاوہ کہنے کو کچھ نہیں تھا، نوٹ بندی، جی ایس ٹی سے ساری عوام پریشان ہوئی اس لیے اس کا ذکر کرنے سے وہ کتراتے رہے۔

۴۔ بھاجپا والے مسلم ووٹوں کی ضرورت کا انکار کرتے تھے، اور اس کو کوئی ٹکٹ بھی انہوں نے نہیں دیا، شاہنواز حسین ان کے خاندانی داماد ہیں، اس لیے پنڈولم کی طرح ان کو لٹکاتے رہتے تھے، بار ان سے بھی بھاجپا نے دامن جھاڑ لیا تھا، دوسری طرف مسلمانوں نے اپنے ووٹ کو عموما منتشر نہیں ہونے دیا، ایسے میں پہلی بار انہیں مسلمانوں کی ووٹ کی اہمیت سمجھ میں آئی، ستر فی صد جگہوں پر بھاجپا کے امیدوار اس لیے ہار گیے کہ وہاں مسلمانوں نے انہیں ووٹ نہیں دیا، اس اہمیت کو وہ انتخاب سے پہلے محسوس کرنے لگے تھے اس لیے نریندر مودی اور امیت شاہ نے ہندو مسلم کارڈ کھیلا تاکہ ہندو ووٹ مجتمع ہوجائے، لیکن ''الٹی ہوگئیں سب تدبیریں''۔

۵۔ این ڈی اے نے پارلیامنٹ میں اکثریت حاصل کرلی ہے، اس کی حکومت بن گئی ہے، لیکن وہ گٹھ بندھن کی حکومت ہے اور گٹھ بندھن میں شامل پارٹیاں ان کی لگام اس طرح کسیں گی کہ من مانی کا کوئی موقع حکومت کے پاس نہیں ہوگا، بھاجپا تنہا ۲۴۳ رسیٹیں ہی حاصل کرسکی ہے، اس لیے حلیف پارٹیوں کا خیال رکھنا ہوگا، پہلے کی طرح نہیں ہوگا کہ بھاجپا اکثریت کی وجہ سے کسی کی سنتی نہیں تھی، پارٹیوں کی کون کہے، ان کی اپنی پارٹی کے نیتا بھی اجنبی بن کر رہ گیے تھے، امیت شاہ، نریندر مودی، راج ناتھ سنگھ کے علاوہ عام آدمی کو کسی وزیر کا پتہ بھی نہیں تھا، اور عام لوگوں کی بات کیا، اساتذہ اور آئی ایس، آئی پی ایس کی تیاری کرنے والے بھی ان ناموں سے ناواقف تھے، جو کچھ ہوتا نریندر مودی اور امیت شاہ مل کر کر ڈالتے تھے، نئی حکومت میں یہ طریقۂ کار باقی نہیں رہ پائے گا، اس سے آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کا خاتمہ ہوگا۔

۶۔ گودی میڈیا پر پہلے ہی اعتماد ختم ہوچکا تھا، اس بار کے ایکزٹ پول نے ثابت کردیا کہ ٹی وی چینل ہو یا ایجنسیاں سب بھاجپا کے ہاتھوں بکی ہوئی ہیں، ان کی باتیں، تبصرے اعداد وشمار سب جھوٹے تھے، ان کے مقابل یوٹیوب چینلوں کے اکزٹ پول زیادہ صحیح ثابت ہوئے۔ پتہ یہ بھی چلا کہ ان کے جاری کردہ اعداد وشمار سے حقیقت کا واسطہ نہیں ہوتا، یہ آن ٹیبل اعداد وشمار تیار کرتے ہیں اور حکمراں طبقہ سے روپے بنانے کا کام کرتے ہیں، وہ بھول گیے کہ میڈیا جمہوریت کے چار ستون میں سے ایک تھا، انہوں نے پیسے لے کر اقتدار کی غلامی قبول کرلی تو وہ کس طرح جمہوریت کے چوتھے ستون رہیں گے، اس بار کے اگزٹ پول نے سب کی پول کھول دی اور تھوڑا بہت جو بھرم باقی تھا وہ بھی جاتا رہا۔

اس بار کے انتخابی نتائج کے یہ چند مثبت پیغامات ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہیے، تاکہ پھر کوئی سر پھرا اقتدار کے گھمنڈ میں یہاں کی جمہوریت کو ختم کرنے کا حوصلہ نہ جٹا سکے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا حکیم ظہیر احمد قاسمی

جامعہ عربیہ طیب المدارس اور مدرسہ عربیہ طیب العلوم مدنی مسجد پریہار کے بانی، اول الذکر کے ناظم، مدرسہ فیض الاسلام موتی گیر پرسا نیپال کے سابق استاذ، مخدوم بہار حضرت قاری محمد طیب صاحب سابق ناظم جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی کے دست گرفتہ، خلیفہ ومجاز بیعت، استاذ الاساتذہ علاقہ کی مشہور اور مقتدر شخصیت، سنتوں کے پابند، اسلاف کے طریقے پر گامزن، حکیم ہونے کے اعتبار سے مریضوں کے نبض شناس اور عالم ہونے کی وجہ سے وقت کے نباض حضرت مولانا حکیم ظہیر احمد قاسمی ۶؍ذیقعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۵؍مئی ۲۰۲۴ء سنیچر کے دن صبح کے ساڑھے چھ بجے راہی دار بقا ہوئے۔

جنازہ کی نماز اسی دن ساڑھے چار بجے سہ پہر طیب المدارس کی مسجد کے صحن میں محی السنۃ حضرت مولانا عبد المنان صاحب قاسمی ناظم وبانی مدرسہ امدادیہ اشرفیہ راجو پٹی سیتامڑھی نے پڑھائی، ہزاروں سوگواروں نے جن میں سیتامڑھی کے اکثر وبیشتر مدارس کے اساتذہ وذمہ دار، ملی تنظیموں کے عہدیدار اور سیاسی میدان میں سرگرم عمل شخصیات تھیں، جنازہ میں شریک ہوئے، جنازہ سے قبل میں نے ایک مجلس میں حکیم صاحب کے اعزواقرباء اور صاحب زادگان کے ساتھ تعزیتی گفتگو کی، ان کو حکیم صاحب کے بعد ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں، دوسری مجلس جنازہ کے عام شرکاء کے ساتھ ہوئی، اس میں حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم اور قائم مقام ناظم کے تعزیتی کلمات پہونچانے کے ساتھ حکیم صاحب کی زندگی کی خصوصیات، خدمات اور ہم جیسوں پر ان کی شفقت کا ذکر کیا گیا، حضرت مولانا اظہار الحق قاسمی جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں نے بھی اس موقع سے تعزیتی خطاب کیا، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم صاحب نے فون پر تعزیت اور تسلی کے کلمات کہے، پسماندگان میں اہلیہ، تین لڑکے اور چار لڑکیوں کو چھوڑا، سب کی ذمہ داریوں سے حضرت فارغ ہو چکے تھے۔

حضرت مولانا الحاج حکیم ظہیر احمد بن محمد صدیق احمد بن محمد ٹھاگا کی ولادت ۱۹۳۹ء میں شمالی بہار کی مشہور بستی کنہواں ضلع مظفر پور میں ہوئی، یہ بستی نیپال کی سرحد پر واقع ہے اور اب ضلع سیتامڑھی میں ہے، ابتدائی تعلیم سے درجہ فارسی پنجم تک گاؤں کے بافیض ادارہ جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں میں حاصل کرنے کے بعد مدرسہ انوار العلوم مئو آئمہ میں داخل ہوئے اور عربی دوم تک کی تعلیم یہاں پائی، وہاں سے جامعہ اسلامیہ محلہ خیر آباد مئو پہونچے، یہاں عربی دوم میں داخلہ ہوا، چنانچہ عربی دوم سے شرح جامی تک کی تعلیم کے لیے یہ آپ کا مادر علمی قرار پایا 1961 اور 1962 کا سال دار المبلغین پاٹا نالا لکھنؤ میں گذرا، 1963 میں دار العلوم دیو بند میں داخلہ لیا، 11972 میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت ہوئی، اس کے بعد دار العلوم میں ہی ایک سال تخصص فی التفسیر اور چار سال طب کی تعلیم حاصل کرنے میں لگایا، اس زمانہ میں دار العلوم دیو بند کے زیر انتظام ایک جامعہ طبیہ بھی چلا کرتا تھا۔

تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ فیض الاسلام موتی گیر پرسا نیپال سے کیا، اس کے بانی مولانا عبد السمیع صاحبؒ آپ کے دوست تھے، چنانچہ وہاں انہوں نے اپنی خدمات دیں اور جوانی کے چوبیس سال اس مدرسہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی میں لگا دیا، جس زمانہ میں کلیم صاحب وہاں ہوا کرتے تھے، اس زمانہ میں میرا آنا جانا جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں کے سالانہ امتحان کے لیے کم از کم سال میں ایک بار ہوا کرتا تھا، مدرسہ فیض الاسلام ایک جھونپڑی نما عمارت اور لکڑی کے ایک کھٹال میں چلا کرتا تھا، لکڑی کی یہ عمارت دو منزلہ تھی، قاری بدر عالم صاحب بھی ان دنوں مدرسہ فیض الاسلام میں ہوا کرتے تھے، نیچے کے حصہ میں مولانا حکیم ظہیر احمد قاسمی اور اوپر کی منزل میں قاری بدر عالم طبی رہا کرتے تھے، قاری صاحب چوں کہ میرے اچھے دوست تھے اس لیے میرا قیام عموماً ان کے کمرہ میں ہوتا تھا۔

مدرسہ فیض الاسلام کے قیام کے زمانہ میں آپ نے حکیمی کا مشغلہ بھی جاری رکھا اور ایک اچھے معالج اور ماہر نباض کی حیثیت سے عوام میں مقبول ہوئے، بعد میں یہ سلسلہ باقی نہیں رہا اور مدرسہ کی خدمات کی وجہ سے سارا وقت درس وتدریس اور مالیات کی فراہمی میں لگنے لگا، حکیم صاحب دور دراز کے اسفار بھی سائیکل پر ہی کیا کرتے تھے، وہ دور بائیک اور موٹر سائیکل کا نہیں تھا، اور نہ ہی حکیم صاحب بائیک چلانا جانتے تھے، فیض الاسلام چھوڑنے کے بعد انہوں نے پریہا میں مدرسہ عربیہ طیب العلوم قائم کیا اور جب وہ آپسی تنازع کا شکار ہوا تو طیب المدارس قائم کیا اور اپنی زندگی کے آخری مہہ وسال تک کو اس کام میں کھپا دیا۔ دونوں مدرسہ کا نام اپنے پیر ومرشد سے محبت، تعلق، لگاؤ اور عقیدت کا مظہر ہے۔

حضرت کی ایک تیسری جہت روحانی تھی، مخدوم بہار حضرت قاری طیب صاحب ناظم جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں سے بیعت ہوئے اور بعد میں خلافت بھی پائی، مسلمانوں میں اصلاح کا کام شروع کیا، بدعات کا زور ختم ہوا اور علاقہ کو آپ کی شخصیت سے کافی فائدہ پہونچا، آپ کو دیکھنے پر ان کے ارد گرد ایک روحانی ہالہ کا احساس ہوتا تھا۔

حکیم صاحب مرحوم علماء کے قدر داں اور چھوٹوں کو اوپر اٹھانے کا جذبہ رکھتے تھے، لمبا کرتا، ٹوپی، عمامہ اور عصا کے ساتھ مولانا کی شخصیت عالمانہ وقار اور داعیانہ کردار کا مجسمہ تھی، مختلف جلسوں میں حضرت کے ساتھ تقریر کا بھی موقع ملا، مولانا ہم جیسے چھوٹوں کی بات بھی غور سے سنتے تھے اور اتنی توجہ دیتے تھے کہ چھوٹوں کو بھی اپنے بڑے ہونے کا احساس ہوجاتا تھا، میری آخری ملاقات یوسی سی کے دورے کے موقع سے ہوئی تھی، ضلع سیتامڑھی کو امارت شرعیہ والوں نے اس کام کے لیے میرے حوالہ کر دیا تھا، رات دیر گیے کہیں سے واپسی ہوئی تھی، قاری مامون الرشید اس سفر میں میرے رفیق تھے اور کہنا چاہیے کہ پروگرام انہیں کا ترتیب دادہ تھا، اس لیے قیام حکیم صاحب کے مدرسہ میں ہی طے ہوا، صبح چائے پر ملاقات ہوئی، وہی بزرگانہ شفقت اور خورد نوازی جوان کی فطرت کا خاصہ تھا دیکھنے کو ملا، حالاں کہ اس وقت وہ علیل چل رہے تھے، اس سفر میں میرے ساتھ مولانا محمد انوار اللہ فلک قاسمی بانی ومعتمد ادارہ سبیل الشریعہ آواپور شاہ پور بھی تھے۔ جن کا تعلق حکیم صاحب سے ہم سب سے سوا تھا۔

پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے کئی بار آپ پر فالج کا حملہ ہوا، اعضاء وجوارح کمزور ہوئے تو قلب کا عارضہ ہوگیا، انتقال کے ڈھائی ماہ قبل بالکل ہی صاحب فراش ہو گیے، آخر کے چند دنوں کومہ میں رہے، جس کی وجہ سے اللہ رب العزت کے یہاں جانے کے قبل ہی علائق دنیا سے الگ تھلگ ہو کر رہ گیے، علاج چلتا رہا، اعزواقربا خدمت میں لگے رہے، لیکن موت نے اپنا کام کر دیا، اللہ رب العزت مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل اور طیب المدارس کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، حکیم صاحب نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے صاحب زادہ قاری عبد العظیم نیر کے حوالہ مدرسہ کا کام کر دیا تھا، قاری مامون الرشید خلیفہ ومجاز مولانا عبد الرشید شیخ الحدیث بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ ان کی معاونت کرتے رہے تھے، یہ اچھی بات ہوئی کہ تعزیتی جلسہ کے موقع سے اکابر کے ہاتھوں ان کے سر پر دستار باندھ دی گئی، یہ اس بات کا اعلان تھا کہ حکیم صاحب کے بعد قاری عبد العظیم نیر مدرسہ طیب المدارس کے ناظم ہوں گے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ حکیم صاحب کے ذریعہ لگائے گیے اس پودے کو مزید ترقیات سے نوازے اور ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین

کتابوں کی دنیا

: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

یادِ ماضی

پروفیسر ڈاکٹر سید شمس الحسین (ولادت ۲۷؍دسمبر ۱۹۵۰) اپنے والدین سید نہال حسین اور جہاں آرا بیگم کے گھر مشہدی کاظمی سادات کے خاندان میں تولد ہوئے، دادا سید حسن اور دادی اکابرہ خاتون عرف لاڈلی کی شفقت ومحبت کے سایے میں پروان چڑھے، جوان ہوئے تو نصف بہتر عطیہ شمس شریک حیات قرار پائیں، نانی ہال میں زمینداری تھی، اور پارا بلاک کے موضع گوا لاڈلی، پرولیا بنگال میں نانا کی سکونت تھی، عبد السلام بن عبد الصمد ان کے نانا کا نام ہے۔

''یادِ ماضی'' انہیں پروفیسر سید شمس الحسین کی آپ بیتی ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ آپ بیتی سے زیادہ ان کے عہد، ان کے خاندان، ان کی خدمات کا مرقع اور زندگی کا جدول اور آئینہ خانہ ہے، جس میں پروفیسر صاحب کے دادیہال، نانی ہال اور زندگی جس طرح گذری، جن جن اداروں سے انسلاک رہا، سب کی تفصیل اس کتاب میں ملتی ہے، کہنے کو یہ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے گو روایتی انداز کے باب وغیرہ نہیں باندھے گیے ہیں، پہلے حصہ کا آغاز ''ابدائی باتیں'' سے ہوتا ہے، ''ابتدائی'' کا لفظ کہنے کی حد تک ہے ورنہ واقعہ یہ ہے کہ یہ حصہ انتہائی معلوماتی ہے، اس میں پروفیسر صاحب نے اپنا نسب نامہ دادیہالی، نانیہالی کوائف، اور خاندان کے بڑے سید نادر علی، سید علی حسن، سید علوی حسن، سید نبی حسن اور الحاج سید نہال حسین کے ضروری احوال ذکر کرنے کے بعد اپنی نانی ہال سے بھی بھرپور واقفیت بہم پہونچائی ہے۔

دوسرا حصہ احوال وآثار کے عنوان سے ہے، اس میں پروفیسر صاحب نے زندگی کے ابتدائی حالات، نائجیریا میں اپنے قیام، سفر حج، کارہائے نمایاں، انعامات واعزازات، ملک کے مختلف اداروں سے تعلق، تعلیمی تدریسی سرگرمیوں کے ساتھ اس حصہ کے آخر میں شجرۂ نسب پدری بھی مرقوم کر دیا ہے۔ اس باب سے ہمیں ان کے ذاتی احوال وکوائف سے واقفیت ہوتی ہے، اس حصہ کا تتمہ تیسرا حصہ ہے جو ڈاکٹر صاحب کی تعلیمی، سماجی اور ملی سرگرمیوں پر مشتمل ہے، اس میں پورے تیس اداروں کا ذکر ہے، جس سے زندگی کے کسی مرحلہ میں پروفیسر صاحب کا انسلاک رہا اور جن کی خدمات کو پروفیسر صاحب نے سرمایۂ حیات اور حاصل زندگی کے طور پر اپنا نصب العین بنایا، ان تیس میں تیرہ وہ ادارے ہیں جو امارت شرعیہ کے ماتحت کام کرتے رہے ہیں، اور مختلف حیثیات سے ان کو دیکھنے کا اور اس کی نگرانی کا موقع انہیں ملا، اس حصہ میں انہوں نے تفصیل سے امارت شرعیہ میں اپنی بحالی کی کارروائی کا ذکر کیا ہے اور بحالی کے بعد ان کی جو سرگرمیاں رہیں، ان پر روشنی ڈالی ہے۔

پروفیسر صاحب کے ذہن سے یہ بات شاید نکل گئی کہ میں (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) ان دنوں امارت شرعیہ کے اسکولوں کا ذمہ دار تھا اور امارت پبلک اسکول کا قیام اسی دور میں عمل میں آیا تھا، اساتذہ کی بحالی، انٹرویو وغیرہ اور امارت پبلک اسکول کے خدوخال امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کی ہدایت اور حکم کے مطابق ہم لوگوں نے ہی تیار کیا تھا، ان دنوں اس کام میں ہم لوگوں کے معاون جناب محمد صابر صاحب ڈائرکٹر ہولی ویزن اسکول سمن پورہ ہوا کرتے تھے، ان کے تجربات بھی ہم لوگوں کے بہت کام آئے تھے۔

حضرت امیر شریعت سابع کا حکم میرے ذمہ دار ہونے سے متعلق کتاب الاحکام میں آج بھی درج ہے، پروفیسر شمس الحسین صاحب امارت شرعیہ کے شعبہ تعلیم کے نگراں تھے اور ان کی رپورٹیں شعبہ کے ذمہ دار کی حیثیت سے میری نظر سے گذرنے کے بعد ہی حضرت امیر شریعت تک پہونچتی تھیں۔

وقت بدلا، احوال بدلے، پروفیسر شمس الحسین بھی نگراں نہیں رہے، اور میری مشغولیت بھی اس سلسلے میں کم کر دی گئی، درمیان میں مولانا ابو الکلام شمسی امارت پبلک اسکول کے کاموں کو دیکھتے رہے ان کے ابتدائی عہد میں بھی کاغذات میرے سامنے ہی پیش ہوا کرتے تھے، پھر وہ خود مختار ہو گیے، ان کے امارت شرعیہ سے مستعفی ہونے کے بعد ان دنوں ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب سابق چیرمین بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اس کے ذمہ دار ہیں۔

یہ تفصیل اس لیے لکھ دیا کہ پروفیسر صاحب کے امارت سے انسلاک اور ان کے کاموں میں جو لوگ شریک تھے ان کا ذکر بھی محفوظ ہو جائے، چونکہ آپ بیتی اصل میں متعلقہ شخص کے احوال کے ساتھ وہ تاریخ کو خام مواد فراہم کرنے کا بھی کام کرتی ہے، اگر حقیقی انداز میں تاریخی احوال وواقعات کو تسلسل کے ساتھ اور جیسا ہے (ASIT) بیان نہ کیا جائے تو تاریخ کی کئی کڑیاں گم ہو جاتی ہیں اور آنے والا مؤرخ ان کڑیوں کو جوڑنے میں ناکام رہتا ہے، سخت مشقت کے بعد اگر کامیاب ہو بھی گیا، پھر بھی تا ہے تو بھی یقینی طور پر اس کی صحت پر مہر لگانا ذرا دشوار ہوا کرتا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۷؍پر)

Scanned with CamScanner

حکایات اھل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

عشق الٰہی کے تین امتحان

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اولوالعزم پیغمبر تھے، اللہ نے انہیں امتحانات کے مختلف مرحلوں سے گذارا جس میں وہ پورے طور پر کامیاب ہوئے، ان آزمائشوں کا یہاں مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق: حضرت ابراہیم کی پہلی آزمائش یہ ہوئی کہ ظالم وجابر بادشاہ نمرود نے آپ کو آگ میں ڈال دینے کا حکم دیا، تفاسیر میں اس آگ کی تفصیل بیان کی گئی ہے، ان لکڑیوں کو ایک ہی وقت میں آگ لگائی گئی، جب ساری لکڑیاں جلنے لگیں تو نمرود اس سوچ میں پڑ گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں کیسے ڈالے، بالآخر شیطان نمرود کے پاس آیا اور اس نے سمجھایا کہ ایک جھولا بنا لیجئے اور اس میں بٹھا کر ان کو آگ میں پھینک دیجئے، اس طرح یہ آگ کے وسط میں جا کر گریں گے، چنانچہ اس نے جھولا بنوالیا اور آپ کو اس میں بٹھا کر آگ میں پھینک دیا گیا۔

ابھی حضرت ابراہیمؑ کا جھولا ہوا میں ہی تھا کہ فرشتے تعجب سے کہنے لگے، اے اللہ! ابراہیمؑ کے دل میں آپ کی کتنی محبت ہے، آپ کی محبت کی وجہ سے آگ میں ڈالے جارہے ہیں، انہوں نے اسباب کی کوئی پرواہ نہیں کی، اے اللہ! ان کی مدد فرمادیجئے، مگر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا: ''تم لوگ ان کے پاس چلے جاؤ اور اپنی مدد پیش کرلو، پھر میرا خلیل قبول کرلے تو تم مدد کردینا، ورنہ خلیل جانے اور خلیل کا رب جلیل جانے، کیونکہ یہ میرا اور میرے خلیل کا معاملہ ہے۔''

چنانچہ فرشتوں نے ابراہیمؑ کے پاس آکر مدد کی پیش کش کی، مگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بات سن کر فرمایا: ''لاحاجة لي اليكم'' (مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں)

پھر حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور امداد پیش کی، حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا جبرائیل! کیا آپ اپنی مرضی سے آئے ہیں یا اللہ رب العزت نے بھیجا ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ میں آیا تو اللہ کی مرضی سے ہوں مگر اللہ تعالیٰ مجھے فرمایا ہے کہ اگر مدد قبول کریں تو مدد کردینا، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: نہیں، جب میرے اللہ کو میرے حال کا پتہ ہے تو پھر مجھے یہی کافی ہے کہ پروردگار جانتا ہے کہ ابراہیمؑ کس حال میں ہے، میرا مالک اور محبوب جانتا ہے کہ مجھے اس کے نام پر آگ میں ڈالا جارہا ہے، لہٰذا میں آگ میں جانا پسند کروں گا۔

جب فرشتے واپس چلے گئے تو اللہ رب العزت نے آگ سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا: ''یانار کونی بردا وسلٰما علی ابراهيم'' (انبیاء: ۶۹) (اے آگ! میرے ابراہیم پر سلامتی والی ٹھنڈک والی بن جا) اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگ کو گلزار بنا دیا۔

(۲) بے آب وگیاہ وادی میں: جب حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش ہوئی تو اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیمؑ کو فرمایا: ''اے میرے پیارے خلیل! آپ اپنی بیوی کو بے برگ وگیاہ وادی کے اندر چھوڑ آیئے''... چنانچہ آپ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور بچے حضرت اسماعیلؑ کو بیت اللہ کے قریب جہاں پانی اور سبزہ کا نام ونشان بھی نہیں تھا، چھوڑ دیتے ہیں، کوئی بات بھی نہیں کرتے اور پھر واپس ملک شام جانے کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں، یہ کوئی آسان کام نہیں تھا، ذرا تصور کرکے دیکھئے کہ اپنی بیوی کو اکیلے مکان میں چھوڑ کر آنے کے لئے بندے کا دل آمادہ نہیں ہوتا، حالانکہ شہر کے اندر ہوتا ہے، پھر اپنی بیوی اور بچے کو ایسے ویرانہ میں چھوڑ دینا جہاں پینے کو پانی بھی نہ ملے اور ہر طرف پتھر نظر آئیں، کتنی بڑی آزمائش ہے... جب اللہ کے حکم سے ان کو چھوڑ کر واپس آنے لگے تو بیوی نے پوچھا، آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جارہے ہیں؟ مگر آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا، دوبارہ پوچھا کہ آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ جارہے ہیں؟ مگر پھر بھی آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا، وہ بھی آخر نبیؑ کی صحبت یافتہ تھیں، چنانچہ تیسری بار پوچھنے لگیں، کیا آپ ہمیں اللہ کے حکم سے یہاں چھوڑ کر جارہے ہیں؟ آپؑ نے جواب دینے کے بجائے سر ہلا دیا کہ ہاں، میں اللہ کے حکم سے آپ کو یہاں چھوڑ کر جارہا ہوں، جب اس نیک بیوی نے یہ سنا تو کہنے لگیں، اگر آپ ہمیں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر جارہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے، پھر آپؑ اپنی بیوی کو چھوڑ کر وہاں سے واپس ملک شام چلے گئے۔

(۳) سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی: اپنی جان دینا آسان ہوتا ہے، لیکن اپنے سامنے اپنے بچے کو مرتے دیکھنا اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے، اسی لئے تو بچے کو بچانے کے لئے ماں باپ آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہمیں مارو پھر بچے کو ہاتھ لگانا، تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں ڈالے جانے والا امتحان ایک درجہ پیچھے تھا اور اولاد کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا اس سے بھی ایک درجہ آگے تھا، حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی اور بچے سے ملنے کے لئے ملک شام سے مکہ مکرمہ آئے، آپؑ نے آٹھ ذوالحجہ کی رات کو خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کررہا ہوں، آپ صبح اٹھے تو سوچنے لگے کہ شاید قربانی مطلوب ہے، نویں کی شب کو پھر وہی خواب دیکھا، دسویں کی رات کو پھر وہی خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کررہا ہوں، جب تیسری بار یہی خواب دیکھا تو واضح طور پر سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے بیٹے کی ہی قربانی مطلوب ہے، چنانچہ آپؑ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ اب میں نے اپنے سات سالہ بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بچے کو پیار کیا اور کہا، بیٹا! میرے ساتھ چلو، بیوی نے پوچھا، کہاں؟ آپؑ نے فرمایا: کسی بڑے کی ملاقات کرنی ہے، نام نہ بتایا، کیونکہ وہ بالآخر ماں ہے، ممکن ہے کہ قربانی کے نام سن کر اس کا دل پسیج جائے اور اس کی آنکھوں سے آنسو آجائیں اور صبر وضبط میں کچھ فرق پڑ جائے، چنانچہ موٹی سی بات کردی کہ کسی بڑے کی ملاقات کے لئے جانا ہے... بی بی ہاجرہؓ نے حضرت اسماعیلؑ کو نہلا دیا، سر پر تیل بھی لگایا اور کنگھی بھی کردی، لیکن ان کو معلوم نہیں تھا کہ آج میرا بیٹا کس آزمائش میں جارہا ہے، البتہ روانہ ہوتے وقت ابراہیمؑ نے بیٹے کو کہہ دیا، بیٹا! ایک رسی اور چھری بھی لے لو، اس نے پوچھا، ابا جان! رسی اور چھری کس لئے لینی ہے؟ فرمایا: بیٹا! جب بڑے سے ملاقات ہوتی ہے تو پھر قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں، بیٹا سمجھا کہ شاید کسی جانور کو قربان کریں گے، یوں حضرت ابراہیمؑ اپنے لختِ جگر کو قربان کرنے کے لئے گھر سے چل پڑے۔

جب وہ اپنے گھر سے چلے گئے تو پیچھے شیطان ملعون بی بی ہاجرہؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا، تجھے پتہ بھی ہے کہ آج تیرے بیٹے کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ انہوں نے پوچھا، کیا؟ وہ کہنے لگا، تیرا خاوند تیرے بیٹے کو ذبح کردے گا، انہوں نے کہا بوڑھے! تیری عقل چلی گئی، کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے؟ وہ کہنے لگا، ہاں، ان کو اللہ کا حکم ہوا ہے، جب اس نے یہ کہا کہ ہاں ان کو اللہ کا حکم ہوا ہے تو بی بی ہاجرہؓ کہنے لگیں، اگر اللہ کا حکم ہوا ہے تو میرے بیٹے کو قربان ہونے دو، کیونکہ اگر میرے بارے میں اللہ کا حکم ہوتا تو میں بھی اس کے راستے میں قربان ہونے کے لئے تیار ہوجاتی۔

جب شیطان کا بی بی ہاجرہؓ کے سامنے کوئی بس نہ چلا تو وہ راستے میں حضرت اسماعیلؑ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا، تم کہاں جارہے ہو؟ آپ نے فرمایا: کسی بڑے کی ملاقات کے لئے جارہا ہوں، وہ کہنے لگا، ہرگز نہیں، تجھے ذبح کردیا جائے گا، انہوں نے کہا، یہ کیسے ہوسکتا ہے، کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے؟ کہنے لگا، ہاں اللہ کا حکم ہے، حضرت اسماعیلؑ کہنے لگے اگر اللہ کا حکم ہے تو میں حاضر ہوں، چنانچہ شیطان پھر ناکام ہوا۔

پھر راستے میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا، بیٹے کو کیوں ذبح کرتے ہو، کبھی خواب کے پیچھے بھی کوئی اپنی اولاد کو ذبح کرتا ہے، دیکھئے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا، لیکن آج تک اس کا نام رسوائے زمانہ مشہور ہے، اگر آپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کردیں گے، تو کہیں آپ کا نام بھی ایسے ہی برا نہ مشہور ہوجائے، لہٰذا ایسا کام ہرگز نہ کرنا، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: ارے بدبخت! معلوم ہوتا ہے کہ تو شیطان ہے، قابیل نے تو اپنی نفسانی خواہش کی وجہ سے بندے کو مارا تھا اور میں تو رحمانی خواب کو پورا کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہتا ہوں، میرے خواب کا اس کے عمل کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ بھی نہیں ہے، قابیل تو عورت کا وصل چاہتا تھا اور میں پاک پروردگار کا وصل چاہتا ہوں، لہٰذا میں آج اپنے بیٹے کی قربانی دے کے دکھاؤں گا، اس کے بعد جب حضرت ابراہیمؑ آگے بڑھے تو شیطان آکر راستے میں کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا، میں نہیں جانے دیتا، اس وقت انہوں نے سات کنکریاں اٹھا کر شیطان کو ماریں اور اللہ تعالیٰ نے وہاں سے شیطان کو بھگا دیا، جہاں اسے حضرت ابراہیمؑ نے کنکریاں ماریں اس جگہ کا نام جمرۂ اولیٰ پڑ گیا، پھر دوسری جگہ پر جاکر راستہ روکا اور حضرت ابراہیمؑ نے وہاں بھی اس کی رمی جمار کی، شیطان پھر بھاگ گیا، اس جگہ کا نام جمرۂ وسطیٰ پڑ گیا، پھر تیسری جگہ بھی اس کو کنکریاں لگیں اور اس جگہ کا نام جمرۂ عقبہ پڑ گیا، جمرۂ عقبہ سے آگے حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا، ابا جان! آپ نے فرمایا کہ بڑے کی ملاقات کے لئے جانا ہے، بتایئے کہ اس بڑے کی ملاقات کب ہوگی؟ اب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ساری بات بتائی کہ ''اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں، بتا تیری کیا رائے ہے؟'' (الصافات: ۱۰۲) بیٹا بھی جد الانبیاء کے گھر کا چشم وچراغ تھا اور بعد میں منصب رسالت پر فائز ہونے والا تھا، اس لئے کم سنی کے باوجود سر تسلیم خم کرتے ہوئے نہایت ہی ادب سے عرض کرنے لگے: ''اے ابا جان! کر گزریئے جس بات کا آپ کو حکم ہوا ہے، آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے'' (الصافات: ۱۰۲)۔

سبحان اللہ! جب باپ کے دل میں محبت الٰہی کا جذبہ موجزن ہوتا ہے تو پھر گھر کے دوسرے افراد کے اندر بھی اس کے نمونے نظر آتے ہیں، جب بیٹے نے یہ جواب دیا تو حضرت ابراہیمؑ ان کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہوگئے، یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے... ابا جان! میں آپ سے چار باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: میرے بیٹے! تم مجھے بتاؤ کہ تم اس وقت مجھے کیا کہنا چاہتے ہو؟ عرض کیا، ابا جان! پہلی بات تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ چھری کو اچھی طرح تیز کرلیجئے، ایسا نہ ہو کہ چھری کند ہو اور مجھے ذبح کرنے میں زیادہ وقت لگ جائے، میں نے جب اللہ کے نام پر ہی جان دینی ہے تو چھری تیز ہونے کی وجہ سے میری جان جلدی نکلے گی اور میں اللہ سے واصل ہوجاؤں گا۔

یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے چھری اور بھی تیز کرلی اور پوچھا، بیٹا! دوسری بات کونسی ہے؟ بیٹے نے عرض کیا: ابا جان! میں چھوٹا ہوں، آپ مجھے رسی سے باندھ دیجئے۔

چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو رسی سے باندھ دیا اور پوچھا، بیٹا! تیسری بات کونسی ہے؟ بیٹے نے عرض کیا: ابا جان! جب آپ مجھے ذبح کریں گے تو آپ میرا چہرہ اوپر آسمان کی طرف نہ کرنا، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے سجدہ کی حالت میں موت آئے، ویسے بھی جب آپ کی طرف میری پیٹھ ہوگی تو آپ کے دل میں محبت پدری بھی جوش نہیں مارے گی۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: بیٹا! میں یہ بھی کردوں گا، آپ اور کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟ عرض کیا، ابا جان! جب آپ مجھے ذبح کرچکیں تو آپ میرے کپڑے میری والدہ کو دکھا دینا اور کہنا کہ آپ کا بیٹا اللہ کے نام پر کامیاب ہوگیا ہے'' حضرت اسماعیلؑ کی چوتھی بات پر حضرت ابراہیمؑ رو پڑے اور اللہ رب العزت سے فریاد کی: اے اللہ! آپ نے مجھے بڑھاپے میں اولاد دی اور اب اس معصوم بچے کی قربانی مانگتے ہیں، اے اللہ! اپنے خلیل پر رحم فرمانا اور اس بچے پر بھی رحم فرما دینا جو قربانی کے لئے تیار ہے۔

پھر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو اوندھے منہ لٹا کر ان کے گلے پر چھری رکھ دی، وہ ان کو ذبح کرنا چاہتے ہیں مگر چھری ان کو ذبح نہیں کرتی، اللہ رب العزت نے جبرائیلؑ کو حکم دیا: ''اے جبرئیلؑ! جاؤ اور چھری کو تھام لو، اگر رگوں میں سے کوئی رگ کٹ گئی تو فرشتوں کے دفتر سے تمہارا نام نکال دوں گا'' چنانچہ جبرائیلؑ آکر چھری کو تھام لیتے ہیں، حضرت ابراہیمؑ چھری کو چلانے کی پھر کوشش کرتے ہیں، لیکن چھری نہیں چلتی، پھر اپنا پورا بوجھ اس کے اوپر ڈال دیتے ہیں، مگر چھری نے بچے کو پھر بھی ذبح نہ کیا، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ غصے میں آکر چھری سے کہتے ہیں، اے چھری! تو کیوں نہیں چلتی؟ چھری نے جواب میں پوچھا: اے ابراہیمؑ خلیل اللہ! جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو آپ کو آگ نے کیوں نہیں جلایا تھا؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: آگ کو اللہ کا حکم تھا کہ میرے ابراہیمؑ کو نہیں جلانا، پھر چھری کہنے لگی: اے ابراہیم خلیل اللہ! آپ مجھے ایک مرتبہ کہتے ہیں کہ گلے کو کاٹو اور اللہ تعالیٰ مجھے ستر مرتبہ کہہ رہے ہیں کہ ہرگز نہیں کاٹنا، اب بتائیں کہ میں گلا کیسے کاٹ سکتی ہوں،'' اللہ رب العزت کی شان دیکھئے کہ اس نے حضرت اسماعیلؑ کو زندہ بچا لیا اور ان کی بجائے ایک مینڈھا قربان ہوگیا، اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ نے ان کے بیٹے کو محفوظ بھی فرمالیا اور فرمایا: ''وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ'' (الصٰفٰت: ۱۰۷) (اس کی جگہ ہم نے ایک بڑی قربانی دے دی)

دیکھئے، جو عشق حقیقی میں کامیاب ہوتے ہیں، اللہ رب العزت کی طرف سے ان کو یوں عزتیں ملتی ہیں، آج بھی ایمان والوں کی زندگیوں میں محبت الٰہی کے آثار نظر آتے ہیں، کتنی مائیں ہیں جو آج کے دور میں بھی اپنے بیٹوں کو دین اسلام کی سربلندی کے لئے میدان جہاد میں بھیجتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جایئے اور اپنی جان قربان کردیجئے۔

آج بھی گر ہو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

(تلخیص خطبات ذوالفقار: جلد ۱۰)

والدین کی آرزوئیں

محمد یوسف اصلاحی

اولاد کی خواہش کس کو نہیں ہوتی، کون سا گھر ایسا ہوگا جہاں اولاد کی چاہت نہ ہو، واقعہ یہ ہے کہ اولاد کے دم سے گھر میں زبردست خیر و برکت اور بڑی ہی رونق رہتی ہے۔ وہ گھر کیسا بے رونق اور سونا معلوم ہوتا ہے جس میں چند معصوم بچے کھیلتے، کودتے، روتے ہنستے اور چھیڑ چھاڑ کرتے نظر نہ آتے ہوں۔ خاص طور پر عورت تو ایسے گھر کے تصور ہی سے وحشت محسوس کرتی ہے جہاں معصوم بچوں کی چہل پہل نہ ہو۔ عورت تو اسی امید اور انتظار میں عمر عزیز کی گھڑیاں خوش خوش گزارتی ہے کہ کب اس کے یہاں خوشی ہوگی، کب وہ اس کو امی امی کہہ کر پکارے گا۔" اور کب وہ اس کی زندگی کے مختلف مرحلوں کی خوشیاں دیکھے گی۔ وہ ان خوشیوں کے لیے ایک ایک دن شمار کرتی ہے اور انہی روحانی خوشیوں کی بدولت اپنے اندر زبردست توانائی محسوس کرتی ہے۔ کبھی کبھی جب وہ تصور کے عالم میں اپنی عزیز اولاد کے شاندار مستقبل اور اس کی زندگی کی مسرت انگیز بہاروں کے بارے میں سوچتی ہے تو دل ہی دل میں اسے اپنی قدر و عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے اور وہ بڑا ہی روحانی سرور اور فخر سا محسوس کرتی ہے اور پھر وہ شکر کے جذبات سے سرشار ہو جاتی ہے کہ پروردگار نے اس کے کمزور اور ناتوان وجود پر کتنا عظیم احسان کیا ہے اور اس کے وجود کو انسانی معاشرے کے لیے کتنا قیمتی اور ضروری بنایا ہے۔

خدا نے عورت کی فطرت ہی کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو اولاد ہی کے لیے سمجھتی ہے اور اولاد پر ہی اسے قربان کر کے زبردست سکون اور خوشی محسوس کرتی ہے۔ ایک لمبے عرصے تک وہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو جسم و جان کا شریک رکھ کر ایک ایک دن گنتی ہے اور جب خدا اپنے فضل سے اس کو ایک ننھی جان سے نواز کر اس کی گود بھر دیتا ہے اور وہ ایک پیار بھری نظر اس ننھی جان پر ڈالتی ہے تو وہ ایک دم اپنے ذہن و دماغ سے ان تمام جان لیوا دکھوں کے احساس کو جھٹک دیتی ہے جو اس کو اٹھائے پھرنے اور جنم دینے میں اس نے برداشت کیے تھے اور پھر اس کی پرورش کے لیے قربانیوں کا دوسرا دور شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بچے کے دودھ چھڑانے کا زمانہ قریب آنے لگتا ہے اور پھر اسی کارنامے کو دہرانے کے لیے دن شمار کرنے لگتی ہے، اولاد کی خاطر وہ بار بار جان کی بازی لگاتی ہے اور موت کے قریب سے واپس آ کر بھی کبھی ہمت نہیں ہارتی۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا نے اس کو جو عظیم خدمت سپرد کی ہے، اس کے لیے اس نے نہایت فیاضی کے ساتھ قربانیوں کا غیر معمولی جذبہ دکھوں کو جھیلنے کے لیے بے مثال ہمت و صبر اور اولاد کی پرورش کرنے کے لیے زبردست اخلاقی صلاحیتیں بھی عطا فرمائی ہیں۔ عورت نہ صرف یہ کہ چار و ناچار ان مشقتوں کو برداشت کرتی ہے بلکہ طبعی تقاضوں کے تحت وہ ان مشقتوں کو جھیل کر خوشی اور فخر محسوس کرتی ہے۔ وہ اولاد کو جنم دینے کی خاطر بار بار مرنے کے لیے آمادہ ہونے کی بے مثال ہمت رکھتی ہے اور ان کی پرورش و نگہداشت کے لیے اپنی خواہشات، جذبات اور حسن و جوانی سب کچھ قربان کرتے رہنے میں سکون اور مسرت محسوس کرتی ہے۔ اور اگر اس کا ذہن و فکر اسلامی ہو تو وہ مشقت اور دکھ کے ہر ہر مرحلے سے گزرتے ہوئے یوں سوچتی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں جہاد کر رہی ہے اور خدا کی عبادت میں مشغول ہے۔ اسلام ہر خاتون کے دل میں یہ یقین پیدا کرتا ہے کہ عورت کے ان فطری اور طبعی اعمال و وظائف کے فوائد و ثمرات دنیا کی اس زندگی تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس کی مشقت و تکلیف اور ایثار و قربانی کا ہر ہر عمل خدا کی نظر میں عبادت اور جہاد کے برابر ہے۔ ہر عورت جو ان مصائب کو جھیل رہی ہے اور اولاد کے لیے قربانی دے رہی ہے، وہ درحقیقت میدان جہاد میں سرگرم عمل ہے، اور خدا کی عبادت میں لگی ہوئی ہے۔ اس جہاد اور عبادت کے دنیوی فوائد بھی ہیں لیکن مسلمان عورت کی نگاہ ان ابدی نعمتوں کی طرف بھی رہتی ہے جو آخرت میں حاصل ہوں گی۔

مسلمان عورت کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اولاد کی خاطر طرح طرح کے دکھ جھیل کر اور اپنی خواہشات اور جذبات اور حسن و جوانی قربان کر کے اس کے بدلے میں دنیوی فوائد و ثمرات ہی نہیں پاتی جو کبھی حاصل ہوتے ہیں اور کبھی حاصل نہیں بھی ہوتے بلکہ وہ آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی میں خدا کی خوشنودی اور جنت پائے گی وہ جنت جہاں اس کی ہر خواہش پوری کی جائے گی۔ ہر جذبے کی تسکین کا سامان مہیا کیا جائے گا اور اس کو ایسا حسن اور ایسی جوانی بخشی جائے گی جس پر کبھی زوال نہ آئے گا اور جو بڑھاپے کے اندیشوں سے محفوظ ہوگی۔

اسلامی انداز فکر کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر کبھی سوئے اتفاق سے مسلمان عورت اپنی فطری ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی ادا کرنے کے بعد خلاف توقع دنیوی فوائد سے محروم بھی رہے تو اس پر نہ تو مایوسی طاری ہوگی اور نہ وہ اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کرے گی۔ وہ نہایت خوش دلی سکون اور دلی جذبے کے ساتھ برابر اپنے فرائض انجام دیتی رہے گی۔ اولاد کے لیے ہر طرح کے دکھ سہنے اور پیہم قربانیاں دینے کے باوجود بھی اگر اس کو اولاد سے کوئی سکھ نہ ملے اور اولاد اس کی امیدوں پر پانی پھیر کر اس کے خوابوں کی تعبیر نہ بن سکے تب بھی وہ مایوسی کا شکار ہو کر اپنے کیے پر نادم نہ ہوگی ورنہ آئندہ کے لیے اس سلسلے میں کسی غلط انداز سے سوچے اس لیے کہ ہر عمل کے اصل نتائج جو مومن خاتون کے لیے اصل محرک بنتے ہیں وہ اخروی نتائج ہیں۔ وہ یہ سوچ کر ہمیشہ اطمینان محسوس کرتی ہے کہ میرے عمل کا اجر خدا آخرت میں دے گا اور اتنا کچھ دے گا کہ نہ اپنے کیے پر میرے لیے پچھتانے اور غم کرنے کا کوئی سوال ہوگا اور نہ یہ اندیشہ ہی پریشان کرے گا وہاں کا ملنے والا اجر کبھی مجھ سے چھینا جائے گا اس لیے وہ اپنے وظائف حیات کو سرتاسر عبادت اور راہ خدا میں جہاد تصور کر کے مسلسل سرگرم عمل رہتی ہے رسول خدا کا ارشاد ہے عورت جب امید سے ہوتی ہے تو حمل کے اس پورے عرصے میں ویسا ہی اجر و ثواب پاتی ہے جیسا اجر و ثواب ایک روزہ دار، شب بیدار، اطاعت گزار اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے بندے کو ملتا ہے اور بچے کی پیدائش کے وقت کی تکلیف کے بدلے جو اجر و ثواب ہے اس کے بارے میں مخلوق اندازہ نہیں لگا سکتی کہ وہ کیا کچھ اور کتنا کچھ ہے اور جب اس کی کوکھ سے بچہ جنم لیتا ہے (اور وہ اسے دودھ پلا پلا کر پالتی ہے) تو دودھ کے ہر ہر گھونٹ پر اسے وہ اجر و ثواب ملتا ہے، جو کسی کو زندگی عطا کر دینے کا ہو سکتا ہے اور جب ایک مدت تک دودھ پلا کر) دودھ چھڑاتی ہے تو خدا کا فرشتہ (احترام و محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس سے کہتا ہے (خدا کی بندی) اب دوسرے حمل کے لیے تیاری شروع کر دے!''

عورت جو بار بار اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتی ہے۔ جسم اور جان کی قوتیں گھلا گھلا کر اپنی نسل کو جنم دیتی اور پروان چڑھاتی ہے وہ بجا طور پر اپنی نسل سے توقعات رکھتی ہے۔ اس کی دلی آرزو ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کا مستقبل شاندار ہو۔ اس کی اولاد سعادت مند اور خدمت گزار ہو۔ ماں کے افکار و نظریات کے مطابق مستقبل کی بہترین معمار ہو۔ والدین کی دینی اور تہذیبی اور روایات کی محافظ ہو، اطاعت گزاری اور فرماں برداری میں اپنی مثال آپ ہو اور جب وہ دیکھتی ہے کہ اس کی اولاد اس کے خوابوں کی سچی تعبیر ہے وہ اس کی آرزوؤں کے مطابق پروان چڑھ رہی ہے اور خدا نے اس کو عروج اور سعادت کی ان بلند منزلوں پر پہنچا دیا ہے جس کے بارے میں یہ کبھی اپنی تنہائیوں میں سوچا کرتی تھی تو اس کی خوشی اور فخر کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہی اولاد جس کی خدمت میں نحیف ماں نے دن رات مشغول رہ کر اپنے جسم و جان کی قوتیں گھلا دیں اور جھولی پھیلا پھیلا کر ان کے لیے ہر وقت دعائیں کرتی رہی، اگر ماں کی امیدوں پر پانی پھیر دے اور اس کی توقعات کے خلاف وہ نافرمان اور باغی بن کر اٹھے تو اندازہ کیجیے اس ماں کا کیا حال ہوگا۔ اس کی روحانی اذیت اور دلی رنج و غم کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔

آج کے دور میں چند خوش نصیب گھرانوں کو چھوڑ کر ہر گھر میں یہی رونا ہے کہ اولاد بے راہ روی ہو گئی ہے۔ بیٹے ہوں یا بیٹیاں، ماں باپ کے حقوق سے غافل ہیں، ماں باپ کا ادب و احترام اور فرماں برداری کا جذبہ جیسے دلوں سے بالکل ہی نکل چکا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ سلوک، ان کی خوشنودی کا خیال، ان کی خدمت و فرماں برداری، ان کا ادب و احترام ان کے جذبات کا پاس و لحاظ یہ سب گویا بے معنی الفاظ ہیں۔ ایک عام کی شکایت ہے کہ اولاد نافرمان، باغی اور سرکش اٹھ رہی ہے جس مجلس میں بیٹھے جس گھر میں جائیے، آپ یہی سنیں گی اور والدین یہی رونا روتے ہوئے نظر آئیں گے۔ پھر کچھ بڑی بوڑھیاں آپ کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہنا شروع کریں گی، ارے بیٹی، ایک ہمارا زمانہ ایسا تھا، بھلا کیا مجال کہ اولاد ماں باپ کے سامنے اونچی آواز میں بات بھی کر سکے، اور پھر ماحول کی خرابی، زمانے کی رنگا رنگی، غلط اور گمراہ کن افکار و نظریات کی اشاعت فحش لٹریچر، بے اخلاق تعلیم اور آزاد روی کی رنج وہ شکایت کی طویل داستان شروع ہو جائے گی اور ہر خاتون ایک طرح کا اطمینان محسوس کرتے ہوئے یوں سوچے گی ان حالات میں یہی کچھ ہونا بھی چاہیے۔ ماں باپ کے بس کی کیا بات ہے۔ یہ صورت حال انتہائی افسوسناک ہے۔

بے شک ماں باپ کے بس میں سب کچھ تو نہیں ہے لیکن ماں باپ کے بس میں یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے رویہ کے بارے میں غور کریں اور خدا کے دین کی روشنی میں اپنے عمل کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ اولاد کی تعلیم و تربیت اور پرورش کے انداز سے متعلق خدا نے ماں باپ پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں کہیں ان ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہو رہی ہے۔ اولاد کی آئندہ زندگی سے متعلق خود آپ کی آرزوؤں میں کوئی الجھاؤ تو نہیں ہے۔ ان کے جو حقوق آپ پر اللہ تعالیٰ نے عائد کیے ہیں۔ کہیں ان کو ادا کرنے میں آپ کوتاہ تو نہیں ہیں۔ اولاد کی آئندہ زندگی سے متعلق خود آپ کی آرزوؤں میں کوئی الجھاؤ تو نہیں ہے۔ ان کے جو حقوق آپ پر اللہ تعالیٰ نے عائد کیے ہیں۔ کہیں ان کو ادا کرنے میں آپ کوتاہ تو نہیں ہیں۔ اولاد آپ کی آرزو کو اسی وقت پورا کر سکتی ہے جب آپ بھی ان کے حقوق سے غفلت نہ برتیں۔ اولاد کو آپ جن اخلاقی خوبیوں سے آراستہ دیکھنا چاہتی ہیں اور جس سعادت مندی، خدمت گزاری، فرماں برادری، اور نیک برتاؤ کی ان سے توقع رکھتی ہیں، یہ آرزو اور توقع پوری ہو سکتی ہے، اگر آپ ان ذمہ ریوں کا احساس کریں اور پوری تن دہی اور دلی آمادگی کے ساتھ ان کو پورا کریں۔ اولاد کی نافرمانی اور سرکشی بے شک بڑے دکھ کی بات ہے، لیکن یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ ان کی یہ روش ماں باپ کی کسی مجرمانہ غفلت اور فرائض کی کوتاہی کا نتیجہ تو نہیں۔ وہ اولاد آپ کے حقوق کا احساس کیسے کر سکتی ہے جس کو آپ نے حقوق کا احساس دلایا ہی نہیں، وہ اولاد ماں باپ کی خدمت و احترام اولاد کا فرض ہے۔ اگر آپ نے ان کے جذبات و احساسات کا خیال نہیں رکھا ہے تو وہ آپ کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنا کس سے سیکھے۔ اگر آپ نے ان سے محبت نہیں کی ہے اور اپنے سلوک سے ان کو یہ تاثر دیا ہے کہ ان کی پرورش کی پریشانیوں کے مقابلے میں آپ کو ان کی موت زیادہ پسند ہے، تو وہ آپ سے محبت کرنے اور آپ کی خدمت بجا لانے کی بات کیسے سوچے، اگر آپ نے اپنے عیش و آرام کو سب کچھ سمجھا ہے اور ان کی ضرورتوں کی طرف سے غفلت برتی ہے تو وہ آپ کی ضرورتوں کا احساس کہاں سے لائے۔ اگر آپ معاشرے کی اصلاح و تہذیب و تمدن کی تعمیر کے لیے کچھ خاص افکار و نظریات رکھتے ہیں تو آپ کی اولاد ان نظریات کی حامل کیسے بن سکتی ہے۔ اگر آپ نے اولاد کے دل میں ان کی قدر و عظمت بڑھانے کی کوشش نہیں کی ہے تو اولاد سے وہی توقعات رکھیے جن کے لیے آپ نے اس کو تیار کیا ہے اور اسی طرح کے سلوک کی امید کیجیے جس طرح کا سلوک آپ نے ان کے ساتھ کیا ہے۔ حضرت نعمان کہتے ہیں میرے والد (حضرت بشیر) مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر پہنچے اور آپ سے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ گواہ بن جائیے کہ میں نے نعمان کو فلاں چیزیں دی ہیں، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم نے اپنے سارے بچوں کو اسی طرح کے عطیات بخشے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ سب کو تو نہیں بخشتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر کسی اور کو گواہ بناؤ اور پھر فرمایا کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ سارے بچے تمہارے ساتھ یکساں نیک سلوک کریں۔ بشیر نے جواب دیا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا، پھر ایسا نہ کرو (الادب المفرد) دو اس حدیث کا یہ ٹکڑا خاص طور پر قابل غور ہے کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ سارے بچے تمہارے ساتھ یکساں نیک سلوک کریں؟ یعنی آپ کے سلوک سے ہی یہ سبق سیکھتا ہے کہ وہ ماں باپ کے ساتھ کیسا سلوک کرے۔ بچے کی سیرت و کردار کے بنانے بگاڑنے میں والدین کے علاوہ بھی بہت سے عوامل کا دخل ہوتا ہے، تعلیم، ماحول، ساتھی، عزیز و اقارب اور خود ریاست، اور یہ سب اپنی اپنی حد تک اس کے بناؤ یا بگاڑ کے ذمہ دار بھی ہیں لیکن اس وقت صرف ماں باپ کے بارے میں گفتگو کرنا ہے کہ اولاد کے تعلق سے ان کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں اور ان پر اولاد کے کیا کیا حقوق ہیں۔

Scanned with CamScanner

سوئے حرم جانے والو!

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

آہ! کیا بتاؤں قلب مضطر پر کیا گزر رہی ہے؟ حاجیوں کے قافلے چلے جا رہے ہیں اور میں حسرت کی تصویر بنا انھیں جاتا دیکھ رہا ہوں۔ کیا کیا مناظر ہیں جو چشم تصور کے سامنے گھوم رہے ہیں۔ وہ سیاہ ریشمی غلاف اوڑھے سادہ سا کوٹھا جس کی دلکشی ورعنائی کا مقابلہ دنیا کی کوئی خوبصورت سے خوبصورت عمارت نہیں کرسکتی۔ اس کوٹھے کو دیکھنے اور دیکھتے رہنے سے جی بھرتا ہی نہیں، آنکھیں تھکتی ہی نہیں۔ وہ کالا پتھر جسے بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے کے لیے شاہ وگدا ترستے ہیں۔ اس کا ایک بوسہ باطن کی دنیا کو اجالے سے بھر دیتا ہے، ہر طرف چکاچوند ہو جاتی ہے اور نور ہی نور محسوس ہوتا ہے۔ وہ ملتزم جہاں گناہوں کی نجاست اشکہائے ندامت کی صورت میں بہہ جاتی ہے اور دبی دبی سسکیاں در مغفرت پر بار بار دستک دیتی ہیں، جو چمٹ جاتا ہے اسے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹایا جاتا۔ یہاں وہ بھی بھکاری بن کر مانگتے ہیں جن کا شمار بھکاریوں کو دینے والوں میں ہوتا ہے۔ بلاشبہ حقیقی ذات صرف ایک اللہ کی ہے، باقی سب فقیر اور بھکاری ہیں۔ وہ مطاف جو دنیا بھر سے آئے ہوئے ہزاروں، لاکھوں مردوں اور خواتین کی جولان گاہ ہے، کثرت اژدہام کی وجہ سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ایک دریا ہے جو بہتا چلا جارہا ہے۔ یہ دریا صدیوں سے بہہ رہا ہے، جب نقل وحمل کے تیز ترین ذرائع انسان نے ایجاد نہیں کیے تھے تب بھی یہ دریا بہتا تھا۔ اہل طلب بلند و بالا چوٹیوں، انتہائی نشیب میں واقع وادیوں، ٹیڑھے میڑھے راستوں اور سمندر کی سرکش موجوں کو عبور کر کے آتے تھے۔ آنے والوں میں کوئی پیدل ہوتا تھا اور کوئی سوار، کوئی بادبانی کشتی سے سفر کرتا اور کوئی اونٹوں، گھوڑوں اور گدھوں کی پشت پر مسافت طے کرتا۔ جن کے دلوں میں شعلہ محبت روشن ہوتا، وہ افتاں وخیزاں پہنچ ہی جاتے۔ ایسے بھی ہوتے جو راستے ہی میں قبول ہو جاتے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ محروم ہو گئے؟ وصال کی راہ میں موت بھی تو وصال سے کم نہیں بلکہ ایسا خوش نصیب تو دائمی وصال کا حقدار بن جاتا ہے۔

اہل ایمان کے دل میں کعبہ کی یہ مقناطیسی محبت کیوں نہ ہو، یہ محبت تو خلاق فطرت نے مخصوص دلوں میں خود رکھی ہے، جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر مکمل کرلی تو انھیں حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کردیجئے شاید ایک لمحے کے لیے ان کے دل میں خیال آیا ہوگا کہ اس ویرانے میں کون ہے جو میری بات سنے گا اور پہاڑوں کے بیچوں بیچ واقع اس کوٹھے کی زیارت اور طواف کے لیے آئے گا جہاں ظاہری کشش کا کوئی سامان نہیں۔ نہ پھلوں سے جھکے ہوئے باغات، نہ لہلہاتا سبزہ، نہ گنگناتے چشمے، نہ برفباری کے دلفریب منظر، نہ بادلوں کی اٹھکیلیاں، نہ معطر ہوائیں لیکن چوں کہ اللہ کا حکم تھا اس لیے اللہ کے نبی تعمیل ارشاد میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور حج کی منادی کر دی۔ قادر مطلق نے یہ کمزور سی آواز دنیا کے کونے کونے تک پہنچادی اور ساتھ ہی خوش خبری بھی سنادی کہ لوگ تیرے پاس پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی، دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن پوری دنیا سے اہلِ عشق کھنچے چلے آتے ہیں۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو ساری زندگی روپیہ روپیہ جمع کرتے ہیں، پھر جب زاد راہ کے مطابق جمع ہو جاتا ہے تو وہ گھر سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو زندگی بھر فراق کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور بالآخر اسی آگ میں بھسم ہوکر چل بستے ہیں۔ مبارک ہے یہ آگ اور مبارک ہیں یہ بھسم ہو جانے والے۔

آج جب میں نے اپنے حلقہ احباب میں کئی دوستوں کو عشق ومحبت کی ان راہوں میں محو سفر دیکھا تو نہ معلوم کیوں مجھے حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کا سفر حج یاد آنے لگا۔ آپ مجذوبانہ مزاج رکھتے تھے، طبیعت پر جذب ومستی کا رنگ نمایاں تھا۔ وہ یقیناً سلطان القلم تھے، اسلوب بیان جامعیت کی شان لیے ہوئے تھا۔ قلم کی روانی، حافظہ کی پختگی اور ذہن وفکر کی بلند پروازی میں یگانہ روزگار تھے۔ مولانا علی میاں صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے: "بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ وسعتِ نظر، وسعت مطالعہ، رسوخ فی العلم اور ذکاوت میں ان کی نظیر اس وقت ممالک اسلامیہ میں ملنا مشکل ہے۔ ان کی مشہور نظم شکوہ خواجہ جسے سنا کر وہ خود بھی رویا کرتے تھے اور مجمع کو بھی رلایا کرتے تھے، یوں لگتا ہے کہ آنا تھے، آج ہی کہی گئی ہے۔ چند اشعار آپ بھی سن لیجئے کے

آہ دنیا سے مسلمان اُٹھے جاتے ہیں ☆ تیغ تثلیث سے مظلوم کئے جاتے ہیں

1928 میں حضرت مولانا گیلانی رحمہ اللہ اپنے دو رفیقوں مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا عبدالباری ندوی کے ساتھ زیارت حرمین کے لیے گئے۔ آپ کا یہ پورا سفر سوز وساز اور کیف ومستی میں ڈوبا ہوا تھا، مدینہ اور صاحب مدینہ کے ساتھ انھیں جو محبت تھی وہ ان کی اس مشہور نعت سے ظاہر ہے جو انھوں نے سخت بیماری کے ایام میں کہی تھی، یہ نعت بھوجپوری، زبان میں ہے مگر امید ہے کہ درج ذیل اشعار کا مفہوم اردو داں حضرات بھی سمجھ لیں گے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

تمری دوور یا کیسے چھوڑوں ☆ تم سے توڑوں کس سے جوڑوں

تمری گلی کی دھول بٹوروں ☆ تمرے نگر میں دم بھی توڑوں

جی کا اب ارمان یہی ہے ☆ آٹھوں پہر اب دھیان یہی ہے

حرمین شریفین سے واپسی کے بعد حضرت مولانا گیلانی رحمہ اللہ نے اپنے تاثرات دربار نبوت کی حاضری کے عنوان سے قلمبند فرمائے۔ اس سفرنامہ میں انھوں نے چھوٹا سا ایک واقعہ بیان کیا جس نے اس ناچیز کو تو واقعتاً تڑپا کر رکھ دیا تھا۔ شاید قارئین بھی تڑپ اٹھیں، آیئے! مولانا ہی کی زبان سے سنتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "اس سلسلے کا ایک ارتسام ذہنی ایسا ہے جو مٹائے نہیں مٹتا بقیع کی جنت کی سیر میں تنہا مصروف تھا کہ اچانک ایک سرخ وسپید پھریرے بدن والے نوجوان سامنے سے گزرتے معلوم ہوئے۔ انھوں نے مجھے دیکھا میں نے ان کو سلام کیا، سلام سے راہ ورسم کی ابتدا ہوئی، دریافت سے معلوم ہوا کہ مراکش وطن ہے، مجھ سے پوچھا گیا: "تو کہاں کا ہے؟ ہند جواب دیا گیا۔ اس کے بعد واقعہ پیش آتا ہے۔ مراکشی نوجوان نے عربی میں کہا کہ ہندوستان پر تو انگریزوں کی حکومت ہے۔ ہاں! کہتے ہوئے فقیر نے عرض کیا کہ مراکش پر بھی تو فرانس قابض ہے۔ اس فقرے کے بعد پھر کیا ہوا؟ میں نے دیکھا کہ نوجوان مراکشی مجھ سے لپٹا ہوا ہے، سامنے قبہ خضراء تھا، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے بلبلائے اور چیختے ہوئے وہ کہہ رہے تھے: "یارسول اللّٰہ! ان امتک فی السر فی اسر النصاری (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت قید و بند میں گرفتار، نصاری کی قید و بند میں) وہ بھی رو رہے تھے اور جس کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے وہ بھی رو رہا تھا۔ دونوں کی التجا کا رُخ ایک ہی طرف تھا، مغرب اقصیٰ اور مشرق کے دور دراز کے دو باشندوں کا جو درمیانی مقدس رابطہ تھا، اسی سے عرض کررہے تھے، کچھ دیر یہ وقت بھی خوب گزرا۔ میں جب حاجیوں کے کارواں سوئے حرم جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا تو جی میں آیا کہ ان حاجیوں سے گزارش کروں کہ جب آپ کو اس دربار پر حاضری کا شرف حاصل ہو جہاں میرے آقا کروڑوں کے دل پہلو میں لیے آرام فرمارہے ہیں تو بصد ادب واحترام عرض کرنا کہ آقا! آپ کی امت شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک یہود وہنود کے نرغے میں ہے۔ افغانستان اور کشمیر کی وادیاں خونِ مسلم سے سیاہ ہوچکی ہیں، عراق کے کوچہ وبازار سے لے کر جیل خانوں تک ہر روز ظلم وستم کی نئی داستان رقم ہوتی ہے۔ لکڑیوں کو جلتے اور چھٹتے تو ہر کسی نے دیکھا تھا ہم نے اپنی آنکھوں سے امت مرحومہ کے معصوم شیر خوار بچوں، کڑیل جوانوں اور ضعیف بوڑھوں کو مہلک ترین بموں کی آگ میں جلتے، چھٹتے، تڑپتے اور کوئلہ ہوتے دیکھ لیا۔ سنگ دلوں نے آپ کی روحانی اولاد کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جو مکہ کے بازاروں میں حضرت بلالؓ، حضرت خبیبؓ، حضرت سمیہؓ اور حضرت عمارؓ کے ساتھ کیا تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر درندگی کا مظاہرہ کیا گیا۔ انھیں زنجیروں میں جکڑ کر ان پر پیشاب کیا گیا، ان کی گردن میں رسی ڈال کر غلاظت پر گھسیٹا گیا، ان کے جسم پر نجاست ملی گئی، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت وناموس بھائیوں اور والدین کے سامنے پامال کی گئی۔ مگر آپ کا نام لینے والے چھپن اسلامی ملکوں کے مہاراجوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی، ان کے عشرت کدوں کی رونق میں کبھی بھی تو فرق نہیں آیا۔ اے حبیب خدا! پوری امت افتراق وانتشار سے دوچار ہے۔ کفار اسلام دشمنی پر متحد ہیں مگر مسلمان منتشر ہیں۔ انھیں کوئی ایسا مقام میسر نہیں جس کا دل آپ کی محبت سے منور اور سرشار ہو، جسد ملی پر لگنے والے چرکوں کا دکھ اپنے سینے میں محسوس کرے، جسے اللہ تعالیٰ نے بصارت کے ساتھ بصیرت بھی عطا کی ہو، جو امت کی ہچکولے کھاتی کشتی کو امن اور سلامتی کے ساتھ ساحل پر لے آئے۔

ہاں! سوئے حرم سفر کرنے والو! اپنے آقا کو امت کی مظلومیت کی یہ داستان ضرور سنا دینا، شاید سنانے سے تمھارے سینے کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

(**بقیہ صفحہ اول**) اس لیے قربانی کرنے کے بعد اپنے دل کو بھی ٹٹولنا چاہیے کہ کہیں وہ تقویٰ سے خالی تو نہیں ہے، یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ قربانی کرنے سے دین وشریعت پر اپنے مزاج کے تقاضوں کو قربان کرنے کا مزاج بنا، یا نہیں، قربانی کے جانور کی آنکھیں کھلی رہ کر آپ سے یہی دریافت کرتی ہیں کہ ہم نے تو اپنی جان قربان کردی، لیکن کیا اس قربانی کا اثر تمہارے نفس امارہ پر بھی پڑا یا نہیں، اگر تمہارا نفس امارہ رضائے الٰہی کے لیے قربان ہو گیا تو ہماری جان کا جانا کارآمد ہو گیا۔

قربانی اللہ کے لیے کی جاتی ہے، اللہ کے نام سے کی جاتی ہے، ہمارے یہاں یہ غلط اصطلاح رائج ہوگئی ہے کہ کس کے نام سے قربانی ہوگی، قربانی سب اللہ ہی کے نام سے ہوگی، ہر جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہا جائے گا، اس سلسلے میں صحیح تعبیر یہ ہے کہ کس کی طرف سے قربانی ہوگی، یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایسے مسلمان کی طرف سے قربانی ہوگی جو دسویں ذی الحجہ کی صبح کو چھ سو بارہ (۶۱۲) گرام تین سو ساٹھ (۳۶۰) ملی گرام یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ستاسی (۸۷) گرام چار سو اسی (۴۸۰) ملی گرام یعنی ساڑھے سات تولہ سونا کا مالک ہو۔

اس اعتبار سے ایک خاندان میں جتنے لوگ اتنی مالیت کے مالک ہوں گے، سب کی طرف سے الگ الگ قربانی دینی ہوگی، صرف گھر کے گارجین کی طرف سے قربانی کافی نہیں ہوگی، گھر میں اگر بیوی، بہو وغیرہ کے پاس اس قدر زیور یا بینک بیلنس ہے، لڑکوں کے پاس حوائج اصلیہ کے علاوہ اتنی قیمت کی کوئی چیز ہے تو اس کی طرف سے بھی قربانی واجب ہے، جس پر قربانی واجب ہے اسے اپنی طرف سے قربانی کرنی چاہیے۔ قربانی کے بجائے اپنا عقیقہ کرنا یا مُردوں کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کرنا ضروری نہیں ہے، عقیقہ ساتویں دن مشروع ہے، اس لیے یہ سوچ کر کہ دادا کا عقیقہ نہیں ہوا تھا، پہلے عقیقہ کریں، پھر ان کی طرف سے قربانی ہو پائے گی، شرعی طور پر غلط ہے۔ قربانی کے ایام میں قربانی ہی کرنی چاہیے، استطاعت ہو تو اپنی طرف سے قربانی کے بعد مُردوں کی طرف سے بھی قربانی کریں تو حرج نہیں ہے، قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حصہ لیا جاسکتا ہے، لیکن واجب قربانی کی ادائیگی کا پہلے خیال رکھنا ضروری ہے۔

(**بقیہ کتابوں کی دنیا**) پرفیسر صاحب نے اپنی تعلیمی نگرانی کے زمانہ میں جو رپورٹیں پیش کیں اس کو اس آپ بیتی کا حصہ بنا دیا ہے، یہ بہت اچھا کیا ہے، اس کی وجہ سے ان اداروں کی ان سالوں میں سرگرمیوں اور نتائج امتحان تک بھی ہماری رسائی ہو جاتی ہے، پروفیسر صاحب نے جن اداروں کی خدمات کی اس کی مختصر تاریخ بھی اس مجموعہ میں آگئی ہے، اچھی بات یہ ہے کہ اس کو لکھتے وقت انہوں نے نہ تو "درازنفسی" سے کام لیا ہے، اور نہ ہی حقیقی احوال وواقعات سے صرف نظر کیا ہے۔

اس کتاب میں پروفیسر صاحب نے جو زبان استعمال کی ہے وہ سادہ سلیس ہے، اسلوب ایسا دلکش اختیار کیا ہے جو قاری کو پڑھنے پر مجبور کر دیتا ہے، البتہ رپورٹ کی زبان ٹیکنیکل ہوتی ہے اور جب معاملہ ٹیکنیکل اداروں کا ہو تو ان میں خشکی در آتی ہے، لیکن یہ مجبوری ہے کہ دو اور دو چار ہی کہا جاسکتا ہے، نظریں چار ہوئیں تو نہیں لکھا جاسکتا، کہنا یہ ہے کہ اس کو لکھتے وقت پرکشش بنانے کی کوئی شکل نہیں ہوتی، لیکن رپورٹ کے علاوہ کی زبان بہتر اور عمدہ ہے، پروفیسر صاحب نے تعلیم کے حوالہ سے بڑا کام کیا ہے، اصلا ان کو مہارت انگریزی زبان میں ہے، خیالات جس طرح جوق در جوق ان کے پاس انگریزی زبان میں آتے ہیں اردو کے الفاظ اتنی تیزی سے نہ تو ان کے ذہن میں آتے ہیں اور نہ ہی قلم کے ذریعہ قرطاس پر نقش ہوتے ہیں، وہ اچھلتے کودتے آنے والے انگریزی الفاظ کو اردو میں منتقل کرتے ہیں، یہ میں ان کے کئی سال تک شریک کار رہنے کی وجہ سے تجربہ کی بنیاد پر لکھ رہا ہوں، لیکن اس کتاب میں جو شگفتہ زبان انہوں نے استعمال کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں انہوں نے اپنی اردو زبان دانی پر خصوصی توجہ مرکوز کی ہے۔

میں پروفیسر صاحب کو اس کتاب کی تصنیف پر مبارکباد دیتا ہوں اور صحت وعافیت کے ساتھ ان کے لیے درازی عمر، کتاب کی مقبولیت تامہ اور نفع کے عام ہونے پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

Scanned with CamScanner

اخبار جهان

محمد اسعد الله قاسمی

حج ضوابط کی خلاف ورزی پر نو افراد گرفتار، 10 ہزار ریال فی کس جرمانہ اور قید

سعودی وزارت داخلہ کا کہنا ہے کہ حج سکیورٹی فورسز نے حج ضوابط اور پرمٹ کی خلاف ورزی کرنے والے 9 افراد کو مکہ کے داخلی راستوں پر گرفتار کیا ہے، سرکاری خبر رساں ایجنسی 'ایس پی اے' کے مطابق زیر حراست افراد میں دو غیر ملکی جبکہ سات سعودی شہری شامل ہیں جو 49 افراد کو غیر قانونی طریقے سے مکہ مکرمہ لے جانے کی کوشش کر رہے تھے، محکمہ پاسپورٹ اینڈ امیگریشن 'جوازات' کے سیزنل تحقیقاتی کمیٹی نے ان کے خلاف انتظامی فیصلے جاری کیے، ہر ایک غیر قانونی شخص کو 15 دن کی قید اور فی کس 10 ہزار ریال جرمانہ کی سزا دی گئی، علاوہ مقامی ذرائع ابلاغ میں ان کی تشہیر بھی کی جائے گی (اردو نیوز)

پاکستان اور چین کے درمیان 32 معاہدوں پر دستخط

پاکستان کے وزیر اعظم شہباز شریف ان دنوں چین کے پانچ روزہ دورے پر ہیں، وہ چار جون کو چین پہنچے تھے، اس دورے کے دوران وہ چین کے ساتھ دوطرفہ تعلقات اور اقتصادی، تجارتی و سرمایہ کاری روابط کو مزید مضبوط بنانے پر اپنی توجہ مرکوز کریں گے، ان کا یہ دورہ ایسے وقت ہو رہا ہے جب اقتصادی بحران سے دوچار ملک کو غیر ملکی راست سرمایہ کاری کی اشد ضرورت ہے، پاکستانی وزیر اعظم اپنے دورے میں چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) کے تحت مزید تعاون حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں گے، چینی صدر شی جن پنگ کا یہ اہم پروجیکٹ اب دوسرے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے، چین نے 2015 میں اس پروجیکٹ کے تحت پاکستان کو 60 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کا وعدہ کیا تھا (ڈی ڈبلیو)

بیروت: امریکی سفارت خانے پر فائرنگ کرنے والا 'غزہ حامی' گرفتار

لبنانی فوج نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ "عوکر کے علاقے میں لبنان میں امریکی سفارت خانے پر بدھ کے روز ایک شامی شہری نے فائرنگ کی تھی، علاقے میں تعینات فوجی اہلکاروں نے جوابی فائرنگ کی، جس میں حملہ آور زخمی ہو گیا اور اسے گرفتار کر کے ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔"، ایک عدالتی ذرائع نے فرانسیسی خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کو بتایا کہ فائرنگ کرنے والا شدید زخمی تھا اور اس نے بتایا کہ اس نے یہ حملہ غزہ کی حمایت میں آپریشن کے طور پر کیا، سکیورٹی ذرائع نے بتایا کہ حملہ آور مشرقی لبنان میں البقاع کے علاقے مجد عنجر میں رہتا ہے، اس نے یہ کارروائی تنہا کی ہے، تاہم سکیورٹی فورسز نے حملہ آور کے بھائی اور والد اور اس کو جاننے والے پانچ دیگر افراد کو گرفتار کر لیا ہے اور ان سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے، دریں اثنا لبنان کے نگراں وزیر اعظم نجیب میقاتی نے بتایا کہ انہیں سکیورٹی حکام کی طرف سے صورت حال کے بارے میں مطلع کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ صورتحال مستحکم ہے۔ (ایجنسی)

اطالوی حکومت کا 'ورک ویزے' کا حصول آسان بنانے کا عندیہ

اطالوی وزیر اعظم جورجا میلونی نے غیر قانونی امیگریشن کو روکنے کی خاطر ورک ویزا سسٹم میں اصلاحات کا اعلان کیا ہے، ان کے بقول جرائم پیشہ منظم گروہ موجودہ نظام کا غلط استعمال کر رہے ہیں، اس لیے ورک ویزے کا حصول آسان بنایا جا رہا ہے تاکہ اٹلی آنے کے خواہش مند لوگ قانونی راستے اختیار کریں، میلونی نے اپنی کابینہ کی ایک میٹنگ میں کہا کہ حکومت ایک ایسا نظام بنائے گی جس کے تحت اٹلی آنے کے خواہش مند افراد کو صرف نوکری کا کانٹریکٹ دکھانا ہوگا، اطالوی وزیر اعظم کا مزید کہنا تھا کہ جرائم پیشہ افراد فراڈ کے ذریعے غیر قانونی امیگرنٹس کو اٹلی لا رہے ہیں، انہوں نے واضح انداز میں کہا، "ہمیں اب اس کام کو روکنا ہوگا، "برادرز آف اٹلی'' نامی انتہائی دائیں بازو کی سیاسی پارٹی کی رہنما میلونی نے یہ اعلان ایک ایسے وقت میں کیا ہے، جب یورپی پارلیمان کے الیکشن ہونے والے ہیں۔ (ڈی ڈبلیو)

یورپ میں خسرے کے کیسز میں اضافہ

عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے تمام یورپی ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ بچوں اور بالغوں کو ویکسین لگانے کی کوشش کریں، اس عالمی ادارے کے یورپی خطے بشمول وسطی ایشیا میں شامل 53 میں سے 45 ممالک میں اس سال کی پہلی سہ ماہی میں خسرے کے کل 56 ہزار 634 کیسز سامنے آئے جبکہ اس بیماری کی وجہ سے چار اموات بھی ہوئیں، 2023 کے مقابلے میں خسرے کے کیسوں کی یہ تعداد صرف تقریباً پانچ ہزار ہی کم ہے، گزشتہ سال اکتالیس ممالک میں خسرے کے 61,070 کیسز ریکارڈ کیے گئے تھے جبکہ ان سے تیرہ اموات بھی رپورٹ ہوئی تھیں، 2022 میں ان کیسوں کی تعداد صرف 941 تھی تاہم اب ان میں ساٹھ گنا سے زیادہ اضافہ ہو چکا ہے، ڈبلیو ایچ او کے یورپ کے لیے ڈائریکٹر ہانس کلوگے نے اس صورتحال میں اپیل کی ہے کہ تمام ممالک فوری اقدامات کریں۔ انہوں نے کہا کہ اس بیماری سے بچاؤ کی خاطر حفاظتی ٹیکوں کی کوریج زیادہ کی جائے، کمزور افراد کو ویکسین لگائی جائے، قوت مدافعت کے خلا کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ (ڈی ڈبلیو)

مراکش میں میتھانول کے زہر سے 8 افراد ہلاک، 81 متاثر

مراکش کے دارالحکومت رباط کے شمال میں واقع قصبے سیدی علال التازی میں میتھانول سے کشید کی گئی شراب پینے سے آٹھ افراد ہلاک اور 81 کی حالت غیر ہو گئی، روئٹرز نیوز ایجنسی کے مطابق وزارت صحت نے بدھ کے روز بتایا ہے کہ متاثرہ افراد کو طبی نگہداشت کے مرکز میں رکھا گیا ہے، وزارت نے ایک بیان میں کہا ہے کہ تمام اموات منگل اور بدھ کی درمیانی شب ایک ہسپتال میں درج کی گئیں تاہم حکام اس افسوسناک واقعے کی تحقیقات کر رہے ہیں (ایجنسی)

تعلیم و روزگار

انڈین ایئر فورس میں فلائنگ سمیت 304 عہدوں کے لئے درخواست مطلوب

انڈین ایئر فورس نے فلائنگ برانچ اور گراؤنڈ ڈیوٹی (ٹیکنیکل اور نان ٹیکنیکل) برانچ کے 304 عہدوں پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کے لیے ایئر فورس کامن ایڈمشن ٹیسٹ (FCAT)-02/2024 کا انعقاد کیا جائے گا، خواتین اور مرد امیدواران برانچوں کے لیے آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، تقرریاں مستقل اور شارٹ سروس کمیشن کی بنیاد پر ہوں گی، دلچسپی رکھنے والے امیدواروں کو ایئر فورس کی ویب سائٹ پر جا کر اندراج کرنا ہوگا، رجسٹریشن کا عمل شروع ہو چکا ہے، درخواست دینے کی آخری تاریخ 28 جون 2024 مقرر کی گئی ہے، درخواست کی فیس تمام زمروں کے لیے 500 روپے ہے، فیس آن لائن ادا کرنی ہوگی، ویب سائٹ: afcat.cdac.in، carrerindianairforce.cdac.in، ای میل آئی ڈی: afcatcell@cdac.in، ہیلپ لائن نمبر: (020-25503105، 020,25503106-1800-11-24484)

(NCCS) نے ریسرچ ایسوسی ایٹ کے 8 آسامیوں کے لیے درخواستیں طلب کی

کمیونیکیشن سیکیورٹی (NCCS) ریسرچ ایسوسی ایٹ نے آٹھ آسامیوں پر بحالی کے لیے اہل امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں، امیدوار این سی سی ایس کی آفیشل ویب سائٹ پر جا کر تفصیلی اشتہار دیکھ سکتے ہیں، درخواست دہندگان کو درخواست اور دیگر دستاویزات بذریعہ ڈاک 17 جون 2024 تک مخصوص ایڈریس پر بھیجنا ہوگا، درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، ڈاک کے ذریعے درخواستیں قبول کرنے کی آخری تاریخ: 17 جون 2024، ویب سائٹ: nccs.gov.in، ای میل: adghq.nccs-dot@gov.in، ہیلپ لائن نمبر: 1800-425-1514

سینک اسکول امیٹھی اتر پردیش میں 11 عہدوں کے لئے درخواست مطلوب

سینک اسکول امیٹھی اتر پردیش میں ٹی جی ٹی، کونسلر سمیت گیارہ عہدوں کے لئے درخواست مطلوب ہے، ان عہدوں پر تقرری کنٹریکٹ کی بنیاد پر کی جائے گی، دلچسپی رکھنے والے اہل امیدوار اپنی درخواست اور دیگر دستاویز منسلک کر کے بذریعہ ڈاک مقررہ پتے پر بھیجیں، درخواست وصول کرنے کی آخری تاریخ 22 جون 2024 ہے، ویب سائٹ: www.sainikschoolamethi.co ای میل: amethisainikschool@gmail.com، رابطہ نمبر: 05368-297167۔

اپرنٹس کے 1010 عہدوں کے لیے درخواستیں مطلوب

انٹیگرل کوچ فیکٹری، چنئی میں ہینڈی مین (فٹر، مشینسٹ، ویلڈر وغیرہ) کے 1010 عہدوں پر بحالی کے لئے درخواست مطلوب ہیں، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 21 جون 2024 مقرر کی گئی ہے، درخواست کی فیس: 100 روپے، SC/ST، خواتین اور معذور افراد کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، ادائیگی آن لائن کرنی ہوگی، ویب سائٹ: pb.icf.gov.in۔

کانسٹیبل سمیت 144 آسامیوں پر مواقع

بارڈر سیکیورٹی فورس (بی ایس ایف) نے کانسٹیبل، ایس آئی، اے ایس آئی اور دیگر عہدے سمیت 144 آسامیوں پر بحالی کے لئے درخواستیں طلب کی ہے، درخواست کی فیس: 100 سے 200 روپے ہے، SC/ST زمرہ اور خواتین کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، ادائیگی آن لائن کرنی ہوگی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 17 جون 2024 ہے، ویب سائٹ: rectt.bsf.gov.in۔

کنسلٹنٹ کے پانچ عہدوں کے لیے درخواستیں مطلوب

نیشنل ٹیکنیکل ریسرچ آرگنائزیشن نے کنسلٹنٹ کے پانچ عہدوں کے لیے اہل امیدواروں سے درخواست طلب کی ہے، کسی بھی زمرے کے لیے درخواست کی کوئی فیس نہیں ہے، تقرری: ایک سال کے لیے کنٹریکٹ کی بنیاد پر ہوگی، ڈاک کے ذریعے درخواستیں قبول کرنے کی آخری تاریخ: 24 رجون 2024، ویب سائٹ: ntro.gov.in۔

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (ITI) ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف پٹنہ میں درج ذیل دو سالہ ٹریڈ کے سال 2024 میں داخلہ کے لئے میٹرک پاس طلبہ حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کر سکتے ہیں: (۱) الیکٹرونکس (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹسمین سول (۴) الیکٹریشین (۵) ریفریجریشن اینڈ ایئر کنڈیشننگ (۶) پلمبر (ایک سال)

رابطہ کے لئے نمبرات:

9570971277, 9304924575

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سہراب ندوی

دینی مدارس کے طلبہ کو بھی ڈیجیٹل ایجوکیشن سے جوڑیں: امیر شریعت

30رمئی بروز جمعرات حضرت امیر شریعت نے مدرسہ محمدیہ میں شعبۂ دارالحکمت کا افتتاح کر کے سوپول والوں کو بڑا تحفہ دیا، امیر شریعت دامت برکاتہم نے افتتاح کے درمیان فرمایا کہ جدید ٹیکنالوجی کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے خانقاہ رحمانی مونگیر کی شاخ مدرسہ محمدیہ سوپول ضلع کا پہلا مدرسہ ہے جس کو ڈیجیٹائز کر کے طلباء کو عالمی سطح پر مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کے لیے پہلا قدم اٹھایا گیا ہے۔ بدلتے زمانے کے ساتھ تعلیمی میدان میں آئے انقلاب اور ڈیجیٹلائزیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے دینی مدارس کو ڈیجیٹلائز کرنا خوش آئند ہے۔ ایسے اقدامات کی ستائش کے ساتھ انہیں بھرپور مدد فراہم کرنے کی ضرورت ہے، دینی مدارس میں پڑھنے والے بچوں کو ڈیجیٹل ایجوکیشن سے جوڑا جانا چاہئے، طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے امیر شریعت بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ نے فرمایا کہ جیسے جیسے مدارس اور اسکول ڈیجیٹل ہوتے جائیں گے طلباء کو مختلف سہولیات، مثلاً ہر طالب علم کے ہاتھوں میں لیپ ٹاپ، ڈیجیٹل لائبریری، آن لائن لیکچرز کی سہولیات اور دنیا بھر میں موجود تعلیمی اداروں اور اُن کے نصاب سے استفادہ کرنے کے مواقع فراہم کیا جاتا رہے گا۔ اس سے طلباء کے تعلیمی معیار میں نہ صرف بہتری آئے گی بلکہ وہ عالمی سطح کے تعلیمی نظام کو جاننے اور سمجھنے کے قابل ہوسکیں گے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ملک کی ترقی میں مدارس اسلامیہ کا اہم رول رہا ہے مجھے یہ بتاتے ہوئے بھی خوشی محسوس ہورہی ہے کہ ملک کے مشہور ومعروف سائنسداں جناب اے پی جے ابوالکلام جنہوں نے ملک کو آگے بڑھانے کا کام کیا وہ بھی مدرسہ کے طالب علم رہ چکے ہیں لہٰذا میں یہی اُمید کرتا ہوں کہ ہمارے مدارس اور تعلیمی اداروں کے بچے بھی مستقبل میں مزید ایسی کامیابیوں کا حصہ بن کر قوم وملک کا نام روشن کریں گے، اجلاس کا آغاز قاری عبدالماجد صاحب اشاعتی کی تلاوت، ساحل انور سلمہ کی نعت خوانی، مدرسہ محمدیہ کے مؤقر استاذ جناب مولانا محمد مشکور رحمانی صاحب، خطبہ استقبالیہ مفتی مرشد صاحب قاسمی نے پیش کیا، اس موقع پر خانقاہ رحمانی مونگیر سے مہمان خصوصی کے طور پر تشریف لائے مفتی معین کوثر قاسمی استاذ حدیث جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر نے فرمایا کہ حضرت امیر شریعت نے اس سرزمین کو تاریخی بنانے کے لیے ایک ایسا نظام تعلیم جس میں طلباء قرآن کریم حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ عربی زبان وادب، انگلش، ہندی، جغرافیہ، سائنس کمپیوٹر جیسے علوم وفنون سے آراستہ ہوں گے، دارالحکمت کے ذریعے نافذ کرنے کی انقلابی پہل کی، جلسہ سے مولانا رمضان علی قاسمی، مولانا ریحان الاسلام نے بھی خطاب کیا، کلمات تشکر مدرسہ محمدیہ کے پرنسپل ماسٹر شہزادہ نے پیش کیا، حضرت امیر شریعت کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا، اجلاس کو کامیاب کرنے میں مدرسہ کے سکریٹری الحاج محمد احسان الحق اوران کے رفقاء پیش پیش رہے۔

ملت اسلامیہ کے ہرفرد کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری: قمر انیس قاسمی

ضلع پورنیہ کے علاقہ انجھڑی میں وفد امارت شرعیہ کا والہانہ استقبال

تعلیم وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، جس قوم نے علم حاصل کی اور تعلیم کو فروغ دیا آج اقتدار ان کے ہاتھ میں ہے، ان خیالات کا اظہار قائد وفد جناب مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ نے مقام انجھڑی ضلع پورنیہ کے خواص کے بڑے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، آپ نے کہا کہ تعلیم ترقی کا زینہ ہے، اس لئے ملت اسلامیہ کے ہرفرد کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے، مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی معاون قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ نے کہا کہ امارت شرعیہ ملی وجود کی روشن علامت ہے، پہلے سے زیادہ موجودہ وقت میں امارت شرعیہ کی شدید ضرورت ہے، شرعی مسائل سے باخبر ہونے کے لئے دارالافتاء اوراپنے معاملات کو حل کرانے کے لئے دارالقضاء کی طرف رجوع ہونے کی تلقین کی، آپ نے اپنے بلیغ خطاب میں کہا کہ نظام وراثت کو اپنے گھروں میں نافذ کیجئے، بیٹا اور بھائی کے ساتھ بیٹی اور بہنوں کو بھی وراثت میں حصہ دیجئے، امارت شرعیہ کے پیغام پر شرکاء اجلاس نے ہاتھ اٹھا کر اس پر عمل کرنے کی تائید لی۔

مولانا مفتی نیر الاسلام قاسمی استاذ حدیث دارالعلوم الاسلامیہ نے کہا کہ رزق حلال کے حصول کی کوشش کیجئے اور حرام مال، رشوت، سود وغیرہ سے کلی اجتناب کیجئے، آپ نے مزید کہا کہ موت کا استحضار ہمیشہ اپنے ذہن ودماغ پر رکھئے، اس سے رجوع الی اللہ کی طرف رغبت پیدا ہوگی۔ مولانا سیف اللہ قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ بھوانی پور پورنیہ نے امارت شرعیہ کی سوسالہ خدمات کا تفصیل کے ساتھ تعارف کرایا اور اپنے باہمی اختلاف کو دارالقضاء سے حل کرنے کی ترغیب دی۔

مولانا جاوید اشرف مفتاحی ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ بھوانی پور نے کہا کہ قرآن کی پہلی وحی تعلیم کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، اس لئے اگر آپ ترقی کے منازل طے کرنا چاہتے ہیں تو ہر وہ تعلیم حاصل کریں جو دونوں جہاں کی فلاح وبہبود کا ذریعہ ہو، مولانا محمد نوشاد عالم مظاہری مبلغ امارت شرعیہ نے ارکان وفد کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ کسی بھی آبادی میں علماء واکابر کی آمد اس آبادی کے لئے سعادت مندی کی بات ہوتی ہے، اسی طرح مولانا محمد ذاکر حسین رحمانی سابق مبلغ امارت شرعیہ نے قائد وفد ودیگر علماء کی آمد پر استقبالیہ کلمات پیش کئے، ساتھ ہی ساتھ آپ نے نظامت کے فرائض انجام بحسن وخوبی انجام دیئے، مولانا محمد عباس مظاہری مبلغ امارت شرعیہ نے نعتیہ کلمات سے مجلس کو رونق بخشی، مولانا احمد حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ نے اس پروگرام کو کامیاب سے ہمکنار کرنے میں اہم رول ادا کئے، واضح رہے کہ یہ دورہ ۳رجون سے ۱۲رجون تک جاری رہے گا۔

مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب

مولانا فیاض احمد قاسمی

اللہ رب العزت نے اس خاکدان گیتی پر بود وباش اختیار کرنے والے انسانوں کی رشد وہدایت اوران کو فوز وفلاح سے ہم کنار کرنے کے لئے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا سلسلہ جاری فرمایا اورانہیں کتب سماویہ، صحف اور معجزات سے نوازا اور بالآخر سید الکونین، فخر موجودات، سرور کائنات محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر انسانیت پر احسان عظیم فرمایا اور آپ پر علمی ابدی معجزہ قرآن حکیم جیسی عظیم کتاب نازل فرمائی، نیز آپ کی سیرت طیبہ کے ہر پہلو کو قیامت تک کے انسانوں کے لئے اسوہ اور نمونہ کامل بنایا۔ آپ نے منصب نبوت کے بنیادی مشن، تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت اور اپنی پیغمبرانہ اصلاح وتربیت اور تزکیہ کے ذریعہ مکہ کے ان افراد کو قابل رشک اور قابل نمونہ بنایا جو نبوت سے پہلے کفر وشرک، درندگی وسفاکی اور ظلم وستم میں اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ اس وجہ سے اس دور کو تاریخ اسلام میں دور جاہلیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت اور آپ کے فیض صحبت سے ان افراد میں ایسا عظیم انقلاب بپا ہوا کہ وہ ساری دنیا کے لئے اتباع کامل کا نمونہ بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رضاء کا پروانہ عنایت کیا۔ وہ خداشناسی، خداپرستی اور خداترسی کا پیکر اور رہبان باللیل اور فرسان بالنہار کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے۔ ان کی مومنانہ وپاکیزہ زندگی سے ہر ایک کو اخوت ومروت اور امن وآشتی کا پیغام ملتا ہے۔ ان کی ان خوبیوں کی بناء پر حق تعالیٰ نے ان کو فتح وکامرانی اور زندگی کی حقیقی فوز وفلاح سے نوازا۔ چنانچہ خلفاء راشدین کے عہد مبارک ہی میں وہ اس وقت دنیا کی سپر پاور طاقتیں قیصر وکسریٰ کی حکومت، ان کے محلات اور بیش بہا خزانوں کے مالک بن گئے اور دنیا کے تین براعظموں ایشیا، یورپ اور افریقہ میں ایسی زبردست اسلامی حکومت قائم ہوئی، جس کے عدل وانصاف، رعایا پروری اور امن وامان وغیرہ کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، بلکہ عہد فاروقی کی شاندار خلافت کی تعریف آج بھی غیر مسلم کررہے ہیں۔ عہد خلافت اوراس کے بعد کے زمانے میں جب تک مسلمانوں کے اندر ایمان ویقین اعمال صالحہ، اعلیٰ کردار، بلند اخلاق اور دین کے لئے اپنی جان ومال کو نثار کرنے کا جذبہ موجود رہا تب تک سنت اللہ کے مطابق کامیابی ان کے قدموں کو چومتی رہی اور روئے زمین پر وہ حکمراں رہے اور بحر وبر بلکہ چرند وپرند تک ان کی قوت تسخیری کے زیرنگیں رہے۔

لیکن جب مسلمانوں کے ایمانی اوصاف اور اخلاقی اقدار میں انحطاط آیا نیز اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے صبر وتحمل اور ایثار وقربانی کا جذبہ ماند پڑنے لگا تو وہ زوال کا شکار ہوگئے اور آج وہ امت مسلمہ جس کا پرچم کبھی دنیا کے اندر آسمان کی بلندیوں پر لہرارہا تھا، زبردست ذلت وخواری کا منہ دیکھ رہی ہے، چنانچہ عراق، افغانستان، چیچنیا، بوسینا اور فلسطین وغیرہ کے دلدوز حالات جو ہمارے سامنے ہیں نہ تو ہماری ماؤں اور بہنوں کی عزت وآبرو محفوظ ہے اور نہ ہی ہماری جان ومال اور نہ ہی مسلمانوں کے خون کی کوئی قدر وقیمت ہے، مسلمانوں کے اس درجہ عبرتناک حشر کے پس پردہ بہت سے اسباب وعوامل کارفرما ہیں جو لمحہ فکریہ ہیں۔

اس سلسلہ میں بلاتردد کہا جاسکتا ہے کہ امت کے زوال کے ایک دو نہیں ان گنت اسباب ہیں، جن میں سے ایک اہم سبب فکری الحاد دین سے بیزاری اور دوری ہے، چنانچہ ایک بڑی تعداد اس فکر کی حامل ہے کہ مذہب اسلام محض چند مخصوص عبادات ورسومات مثلا صوم وصلوۃ، حج اور زکوۃ اور اسی طرح ختنہ اور عقیقہ یا اس جیسی دیگر عبادات کا روایتی مجموعہ ہے، جس کا مقصد وقتی راحت وآرام اور ذہنی الجھنوں سے نجات پانا ہے۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے کہ دین اسلام ایک جامع قوی ترین مذہب اور مکمل دستور حیات ہے، جس کی تعلیمات سے عقائد وعبادات کے علاوہ سماجیات اقتصادیات، معاشیات اور سیاست وتمدن غرضیکہ ہر شعبہ ہائے حیات میں مکمل راہ نمائی ملتی ہے۔ اس لادینیت، دین بیزاری اور فکری الحاد ودہریت کی وجہ سے ان میں دنیا طلبی، ہوسناکی، فیشن پرستی، عریانیت اور آزادی نسواں جیسی مذموم روشیں پنپ رہی ہیں۔ ایسے معاشرہ میں اسراف، کذب بیانی، دغابازی اور غیبت کو کمال سمجھا جاتا ہے اور الحاد وبددیانتی کو روشن خیالی سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا ایک اہم سبب مسلمانوں کا آپسی اختلاف وانتشار ہے۔ قرآن حکیم نے بہت واضح انداز میں حکم دیا ہے کہ: وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ مسلمانو! تم آپس میں نہ جھگڑو ورنہ شکست کھاجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ قرآن کی اس ابدی صداقت سے روگردانی کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کی جمعیت کو بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ چنانچہ اسلامی تاریخ کے بہت سے غیر معمولی المناک حادثات اسی اختلاف وانتشار کا نتیجہ ہیں جیسا کہ عباسی دور میں سقوط بغداد کا واقعہ اور مغلیہ دور حکومت میں قتل وخونریزی اور بعد کے زمانے میں مغلیہ دور کا خاتمہ اور اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ عظمت ورفعت والی حکومت کا زوال اور موجودہ دور میں عراق وافغانستان کی تباہی وبربادی وغیرہ اسی تلخ سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ اسی طرح خلافت عثمانیہ جو کہ اسلامی شان وشوکت کی علمبردار، عالم اسلامی کی عظمت ورفعت کا مینار اور دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی تھی، اسلام دشمن مغربی طاقتوں اور سامراج نے مل جل کر اپنی زبردست عیاریوں اور مکاریوں سے اس خلافت کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کرنے کے لئے سازشیں رچیں اور عربوں کو حکومت واقتدار کا سبز باغ دکھا کر اس کے خلاف صف آرا کیا اوران کے اندر لسانی اور علاقائی عصبیت کو پیدا کیا، یہاں تک کہ عربوں نے حجاز، عراق اور اسی طرح شام اور فلسطین وغیرہ میں زبردست بغاوتیں کیں اور ترکوں کا قتل عام کیا۔ اس طرح مسلمانوں کی اجتماعی اور مرکزی قوت برطانوی پاش پاش ہوگئی اور آج تک عرب حکمرانوں کو باوجود دولت کی بہتات اور قدرتی وسائل کی فراوانی کے وہ حیثیت اور قوت حاصل نہ ہوسکی جو ماضی میں خلافت عثمانیہ کو میسر تھی۔ (بقیہ: صفحہ۱۴رپر)

Scanned with CamScanner

لوک سبھا انتخابات 2024: صرف 24 مسلم امیدوار کامیاب، سیاسی پارٹیوں کی بے رخی بنی وجہ

لوک سبھا انتخابات 2024 میں انڈیا اتحاد کو مضبوطی فراہم کرنے میں مسلم ووٹ بینک نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے؛ لیکن سیاسی پارٹیوں کا عدم اعتماد پارلیمنٹ میں مسلم امیدواروں کی نمائندگی کو بڑھانے میں دیوار بن گیا۔

منگل کے روز 2024 کے 18 ویں لوک سبھا انتخابات کے نتائج کا اعلان کیا گیا تو اس میں مسلم امیدواروں کے جیت کا فیصد کافی کم رہا، یہ فیصد اس لیے بھی کم تھا کہ انڈیا اتحاد میں شامل پارٹیوں نے بی جے پی کے پولرائزیشن پالیسی سے گھبرا کر مسلم امیدواروں کو انتخابی میدان میں اتارنے سے گریز کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اب صرف 24 مسلم ممبران پارلیمنٹ دیکھنے کا امکان ہے، یہ تعداد 2019 کے برابر ہیں جو کہ 543 ممبران کے ایوان میں اب تک کی تیسری سب سے کم تعداد ہے، 2014 کے عام انتخابات میں 22 مسلم ایم پی پارلیمنٹ پہنچنے میں کامیاب ہوئے تھے جو کہ مسلمانوں کی سب سے کم نمائندگی تھی، جب کہ 1980 میں مسلم کمیونٹی کے سب سے زیادہ 49 ممبران پارلیمان تھے۔

اس سال لوک سبھا انتخابات میں کل 78 مسلم امیدوار انتخابی میدان میں تھے، جو کہ گزشتہ انتخابات سے کافی کم ہیں، 2019 میں مختلف پارٹیوں نے 115 مسلم امیدواروں کو میدان میں اتارا تھا، جن نشستوں سے مسلم امیدواروں نے جیت درج کی ہے ان میں سے 14 ایسی سیٹیں ہیں جہاں کمیونٹی اکثریت میں ہے:

اتر پردیش سے 5 مسلم امیدوار کامیاب: جن مسلم امیدواروں نے جیت درج کی ہے ان میں اتر پردیش کے سہارنپور پارلیمانی حلقہ سے کانگریس کے امیدوار عمران مسعود کا نام قابل ذکر ہے، عمران مسعود نے 64,542 ووٹوں سے جیت درج کی ہے، ساجوادی پارٹی کی اقراء چودھری نے اتر پردیش کی کیرانہ سیٹ سے 69,116 ووٹوں سے جیت درج کی، کیرانہ میں اقراء چودھری کو کل 528013 ووٹ ملے، یہاں سے اقراء نے بی جے پی کے پردیپ کمار کو زبردست شکست سے دو چار کیا، مرحوم مختار انصاری کے بھائی افضال انصاری نے اتر پردیش کی غازی پور لوک سبھا سیٹ سے 1,24,861 ووٹوں سے جیت درج کی، تو وہیں رامپور سیٹ سے ساجوادی پارٹی کے محب اللہ نے 87,434 ووٹوں سے جیت کا پرچم لہرایا، یوپی کی سنبھل سیٹ سے ساجوادی پارٹی کے ضیاء الرحمان نے بی جے پی کے پرمیشور لال سینی کو 571161 ووٹوں سے شکست دی۔

مغربی بنگال سے 6 مسلم امیدوار لوک سبھا پہنچے: مغربی بنگال کی بات کریں تو ممتا بنرجی نے بہرام پور پارلیمانی سیٹ سے سابق کرکٹر یوسف پٹھان کو انتخابی میدان میں اتارا تھا، یوسف پٹھان نے بہرام پور سے کانگریس کے سینئر لیڈر ادھیر رنجن چودھری کو 85,022 ووٹوں سے ہرادیا، مغربی بنگال کی جانگی پور سیٹ سے ٹی ایم سی کے امیدوار خلیل الرحمان نے 544427 ووٹوں سے جیت درج کی، مرشدآباد سیٹ سے ترنمول امیدوار ابو طاہر خان نے سی پی آئی (ایم) کے امیدوار محمد سلیم کو 682442 ووٹوں کے بڑے فرق سے شکست دی ہے، بشیر ہاٹ سے شیخ نورالاسلام نے 803762 ووٹوں سے جیت درج کی ہے، الوبیریا پارلیمانی سیٹ سے ترنمول کانگریس کی ساجدہ احمد نے شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے بی جے پی امیدوار کو 724622 سے شکست دی، مالدہ دکشن سے کانگریس امیدوار عیسیٰ خان چودھری نے بی جے پی امیدوار کو 572395 ووٹوں سے ہرادیا۔

حیدرآباد میں اویسی کا دبدبہ رہا برقرار: تلنگانہ کی بات کریں تو یہاں کی حیدرآباد پارلیمانی سیٹ پر ایم آئی ایم کا قبضہ برقرار ہے، اسدالدین اویسی نے بی جے پی امیدوارہ مادھوی لتا کو 3,38,087 ووٹوں سے شکست دے کر بی جے پی کو خاموش کردیا۔

18 ویں لوک سبھا میں پارٹی پوزیشن

ریاست	سیٹیں	بی جے پی+	کانگریس+	دیگر
اتر پردیش	80	36	43	1
مہاراشٹر	48	17	30	1
آندھرا پردیش	25	21	0	4(YSRCP)
تلنگانہ	17	8	8	1(AIMIM)
مغربی بنگال	42	12	30 (کانگریس 1)	29(TMC)
بہار	40	30	9	1
تمل ناڈو	39	0	39	
مدھیہ پردیش	29	29	0	0
کرناٹک	28	19	9	0
گجرات	26	25	1	0
راجستھان	25	14	10 کانگریس-1 سی پی آئی ایم	0
اڑیسہ	21	20	1	0
کیرالا	20	1	18	1(CPIM)
آسام	14	11	3	0
جھارکھنڈ	14	9	5	0
پنجاب	13	0	7 کانگریس+3 آپ	2+1(SAD)
چھتیس گڑھ	11	10	1	0
ہریانہ	10	5	4	0
دلی	7	7	0	0
جموں وکشمیر	5	2	2(NC)	1 آزاد
اتراکھنڈ	5	5	0	0
ہماچل پردیش	4	4	0	0
میگھالیہ	2	0	1	1
اروناچل پردیش	2	2	0	0
تریپورہ	2	2	0	0
گوا	2	1	1	0
منی پور	2	0	2	0
لکش دیپ	1	0	1	0
پوڈوچیری	1	0	1	0
سکم	1	0	0	1(SKM)
میزورم	1	0	0	1
ناگالینڈ	1	0	1	0
انڈمان نکوبار	1	1	0	0
چنڈی گڑھ	1	0	1	0
دادرا نگر حویلی۔دمن دیو	2	1	0	1
لداخ	1	0	0	1
کل سیٹیں	543			

جموں کشمیر میں جیل میں بند انجینئر رشید الیکشن جیت گئے: جموں کشمیر سے پارلیمنٹ پہنچنے والوں میں سب سے پہلا نام سرینگر پارلیمانی سیٹ سے نیشنل کانفرنس کے امیدوار سید روح اللہ مہدی کا ہے۔ روح اللہ مہدی نے 1,88,416 ووٹوں سے کامیابی حاصل کی۔ وہیں، جیل میں بند عبدالرشید شیخ نے بارہمولہ سیٹ سے این سی کے نائب صدر عمر عبداللہ کو شکست سے دو چار کیا، عبدالرشید انجینئر نے یہاں 2,04,142 ووٹوں سے جیت درج کی، اننت ناگ سیٹ سے پی ڈی پی صدر محبوبہ مفتی کو شکست دینے والے نیشنل کانفرنس کے امیدوار میاں الطاف احمد کو کل 281794 ووٹ حاصل ہوئے، میاں الطاف احمد نے محبوبہ مفتی کو یہاں سے 521836 ووٹوں سے شکست دی، لداخ پارلیمانی سیٹ سے محمد حنیفہ نے کانگریس امیدوار کو 65259 سے شکست دی۔

بہار سے صرف دو مسلم امیدوار کامیاب: بہار سے صرف دو مسلم ارکان پارلیمنٹ لوک سبھا پہنچنے میں کامیاب ہو پائے ہیں، کشن گنج سے کانگریس امیدوار محمد جاوید نے جے ڈی یو امیدوار کو 402850 ووٹوں سے شکست دے کر اپنی جیت پکی کی، تو وہیں، کٹیہار لوک سبھا سیٹ سے کانگریس کے طارق انور نے جے ڈی یو کے دلال چندر سے سیٹ چھین لی ہے، طارق انور نے یہاں 49 ہزار سے زائد ووٹوں سے جیت درج کی، طارق انور کو 567092 ووٹ ملے۔

آسام میں مولانا بدالدین اجمل کو شکست: آسام کی ڈھوبری لوک سبھا سیٹ جس سے مولانا بدرالدین اجمل نے لگاتار تین مرتبہ جیت درج کی تھی، اس سیٹ پر کانگریس امیدوار رقیب الحسن نے بدرالدین اجمل کو 1471885 ووٹوں کے ایک بڑے فرق سے شکست دی۔

کیرالہ سے تین مسلم امیدوار فاتح قرار: کیرالہ میں وڈکرا پارلیمانی سیٹ سے کانگریس کے شفیع پرمبل، ملا پورم سیٹ سے ای ٹی محمد بشیر اور پونانی لوک سبھا سیٹ سے ڈاکٹر ایم پی عبدالصمد نے جیت درج کی ہے وہیں لکشدیپ سے کانگریس کے محمد حمید اللہ سعید نے جیت درج کی ہے تو تمل ناڈو سے انڈین یونین مسلم لیگ کے نواس کنی کے نے فتح کا جھنڈا لہرایا ہے، مذہب کی بنیاد پر آبادی کے لحاظ سے مسلم کمیونٹی ملک میں دوسرے نمبر پر ہے، اگرچہ ہر انتخابی موسم میں مسلم ووٹوں کو ایک فیصلہ کن عنصر کے طور پر دیکھا جاتا ہے؛ لیکن کمیونٹی کی نمائندگی یہاں تک کہ ریاستوں میں جہاں یہ آبادی کا ایک بڑا حصہ بنتی ہے، کم رہتی ہے، ہندوستان میں 15 مسلم اکثریتی حلقے ہیں، ان میں سے، مغربی بنگال کے بہرام پور نے 2019 میں کانگریس کے ادھیر رنجن چودھری کو منتخب کیا تھا اور اس بار کمیونٹی کے ایک رکن، ترنمول کانگریس یوسف پٹھان کو منتخب کیا ہے، آسام کے بارپیٹا میں بھی کمیونٹی غالب ہے، جہاں اس بار آسام گنا پریشد (اے جی پی) کے پھنی بھوسن چودھری نے کامیابی حاصل کی ہے، سیاسی تجزیہ کار مسلم قانون سازوں کی کم ہوتی تعداد کو اس حقیقت سے منسوب کرتے ہیں کہ 2014 میں بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد سے زیادہ تر اپوزیشن پارٹیاں ہر عام انتخابات میں ان کی تعداد میں کمی کے ساتھ پولرائزنگ مقابلے کے خوف سے مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دینے سے گریز کرتی ہیں، کانگریس، ایس پی، اور ٹی ایم سی، انڈیا اتحاد کے اہم ارکان نے مسلم امیدواروں کو کم سیٹیں دیے، 2024 میں کانگریس نے مسلمانوں کو صرف 19 سیٹوں پر نامزد کیا تھا جب کہ 2019 میں یہ تعداد 34 تھی۔ ٹی ایم سی نے 2019 میں 13 کے مقابلے میں چھ مسلم امیدوار کھڑے کیے تھے اور سماج وادی پارٹی (ایس پی) کے پاس صرف چار مسلم امیدوار تھے، جو 2019 میں اس کی نصف تعداد تھی۔

عیدالاضحیٰ کا پیغام

شیخ ابرار احمد ندوی

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ اس کا ہر عمل چاہے، وہ چھوٹا ہو یا بڑا، انفرادی ہو یا اجتماعی، اپنے اندر ایک روح اور تاثیر رکھتا ہے، اس میں ساری انسانیت کے لئے ایک بڑا درس اور پیغام ہوتا ہے۔ اسی طرح عیدالاضحی جیسے مبارک عمل میں بھی ہمارے لئے بڑا درس اور پیغام ہے، اسلئے سورہ حج کی آیت کریمہ میں اسی پیغام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ کو نہ ان کا گوشت پہونچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے باعث تمہار تقویٰ پہونچتا ہے تاکہ جو ہماری زندگی میں حرارت پیدا کر دے، ہمارے شعور کو بیدار اور ہمارے عمل کو زندہ و تابندہ بنادے۔ اس لئے بڑی وضاحت سے اعلان کر دیا گیا کہ اللہ تعالی کو تمہارے خون بہانے، گوشت کھانے کھلانے سے کوئی سروکار نہیں۔ اس کی بارگاہ میں تقویٰ کی اہمیت ہے۔ اس کو دل کی پاکیزگی حکم الٰہی پر تسلیم و رضا کا وہ اظہار مطلوب ہے جو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کر دکھایا اور تاحیات اسی پر قائم رہے اور زندگی کی آخری گھڑیوں میں اپنی اولاد کو اسی خوف خدا اور اطاعت و تسلیم پر قائم و دائم رہنے کی وصیت کر گئے۔ بس عیدالاضحی میں ہر مسلمان کے لئے یہی پیغام ہے کہ وہ اس تقوی کو حاصل کرے جو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی قربانی کی اصل روح ہے۔ گویا ملت ابراہیمی سے اپنی وابستگی کے عہد کی تجدید کر لے، اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی زندگی کو اسوہ و نمونہ بنانے کا عزم تازہ کر لے، اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا ”تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا، ہمارا تم سے اور اللہ کے سوا تم جن جن کی عبادت کرتے ہو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بغض پیدا ہو گیا ہے، جب تک تم صرف ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔ البتہ ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ ضرور کہا تھا کہ: میں آپ کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا ضرور مانگوں گا، اگرچہ اللہ تعالیٰ کے سامنے میں آپ کو فائدہ پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے پروردگار آپ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور آپ ہی کی طرف ہم رجوع ہوتے ہیں اور آپ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے“۔ (سورۃ الممتحنۃ: 4)

بس جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے کفر و شرک سے بیزاری و برائت کا اعلان کیا۔ ہر مسلمان عیدالاضحی میں اپنے عقیدہ و ایمان کا محاسبہ بھی کرے اور اس کو صاف ستھرا بنانے کی کوشش کرے اور عقیدہ توحید کے سلسلہ میں اس کی حساسیت میں اضافہ ہو جائے کیوں کہ شرک اس طرح دبے پاؤں آتا ہے کہ اس کو اچھے سے اچھا انسان بھی محسوس نہیں کر سکتا۔ اندھیری رات میں کالی چٹان پر کالی چیونٹی کا رینگنا تو محسوس ہو سکتا ہے لیکن شرک کی آمد کو محسوس کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل و پیچیدہ ہے اور ہر مسلمان عہد کر لے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کے حکم سے کبھی سرتابی نہیں کرے گا، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام تسلیم و رضا کا مجسم پیکر تھے، ہم بھی ان حضرات کو اسوہ بنائیں گے۔ اور جس طرح ابراہیم نے اپنی آل و اولاد کے ایمان کی فکر کی اور ان کو وصیت فرمائی: ولا تموتن إلا و أنتم مسلمون۔ تم پوری زندگی اسلام پر ہی قائم رہنا۔ اسی طرح ہم بھی اپنی نئی نسل کے ایمان و اسلام کے سلسلہ میں فکرمند رہیں۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی زندگی کی وہ نمایاں خصوصیات ہیں جن کو ہم دینی زندگی میں اختیار کر کے عیدالاضحی کو حقیقی عید اور بارگاہ الٰہی میں مقبول بنا سکتے ہیں اور ایک رسمی، رواجی اور بے روح زندگی سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی عیدالاضحیٰ کا وہ کلیدی پیغام ہے جس کو یہاں تقویٰ کے لفظ میں سمو دیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

شوہر و بیوی کے لیے عملی ہدایات

خرم منصور

کچھ رشتے ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہوتے ہیں، الگ رہ کر اس کی تکمیل نہیں ہو پاتی۔ ایسے رشتوں میں ایک رشتہ ہے بیوی اور شوہر کا جو کہ دیگر تمام رشتوں سے بڑھ کر اہم اور لازمی ہے تو دوسری جانب اس سے زیادہ کمزور، ناپائیدار اور بے یقینی کی کیفیت کا حامل کوئی رشتہ بھی نہیں۔

ازدواجی زندگی گڈے گڑیا کا کھیل نہیں ہوتی کہ کھیل ختم ہوا اور اٹھ کر چل دیے، بلکہ شادی شدہ زندگی کو پیار، محبت، سمجھوتے اور سمجھ بوجھ کے ساتھ آگے لے کر چلنا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر یہ رشتہ کامیاب اور زندگی خوش حال ہوتی ہے۔ اس رشتے کو نبھانے کی خاطر لڑکے اور لڑکی دونوں کو قربانیاں دینا پڑتی ہیں تاہم دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ اس حوالے سے زیادہ بوجھ لڑکی پر ہی پڑتا ہے جو تمام رشتے ناتے قربان کر کے نئے رشتوں کو اپناتی ہے اور کچھ اس طرح کہ ہمہ وقت اسے دل اور ذہن کو کھلا رکھنا پڑتا ہے اور بہت سی باتوں کو برداشت کر کے خود کو منوانا پڑتا ہے۔

لڑکی جب پرائے گھر جاتی ہے تو ضروری نہیں ہے کہ اسے ہر چیز مکمل اور اپنی پسند کے طابق ملے مگر یہی اس کا اصل امتحان ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے ناپسندیدہ رویوں، عادتون اور باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے اندر حوصلہ اور صبر و برداشت پیدا کرے۔ اسے خود کو ماحول سے کسی نہ کسی طرح ہم آہنگ کرنا ہی ہوتا ہے اور جب وہ تمام باتوں کو سہنا اور مخالف رویوں میں جینا سیکھ لیتی ہے تب کہیں جا کر اپنا گھر آباد کر پاتی ہے۔ شادی کے بعد پرائے گھر میں آنے والی لڑکی یکا یک سب کچھ اپنی پسند کے مطابق نہیں ڈھال سکتی بلکہ وہ رفتہ رفتہ اجنبی افراد میں اپنی جگہ بنا سکتی ہے اور جب اپنے حسن اخلاق اور رویوں سے وہ پسندیدگی کی سند پا جاتی ہے تو پھر اس کے لیے دوسروں کے رویوں کو اپنی پسند کے مطابق ڈھالنا کوئی مسئلہ نہیں رہتا، تاہم اس کے لیے محنت، وقت اور صبر درکار ہوتا ہے۔ جب لڑکی شادی کے بعد زندگی کے ایک نئے دور میں قدم رکھ رہی ہوتی ہے تو اس کے پیش نظر صرف شوہر کا مزاج یا عادات واطوار ہی نہیں ہوتے بلکہ سارے سسرال کا ماحول اس کی آمد کا منتظر ہوتا ہے جسے ایک بہو ہونے کے ناطے قبول کیا جاتا ہے، یہ بات سو فیصدی درست ہے کہ شادی سے پہلے اور بعد کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ شادی سے پہلے اس کی پسند کو اولین ترجیح سمجھا جاتا ہے اور والدین کے علاوہ بہن بھائیوں کی محبت اس پر نچھاور ہو رہی ہوتی ہے مگر شادی کے بعد اسے اپنی پسند اور مرضی کو پس پشت ڈالنا پڑتا ہے اور دوسروں کی مرضی کو ترجیحا دیکھنا ہوتا ہے۔ جہاں لڑکی یہ مرحلہ کامیابی سے طے کر لیتی ہے، وہاں زندگی مثل بہشت ہے اور جہاں زندگی کی حقیقتوں کو دل سے تسلیم نہیں کرتی تو اس کی اپنی زندگی بے ترتیبی اور بے سکونی کا شکار ہو جاتی ہے اور رشتوں میں کھنچاؤ پیدا ہوتا ہے۔

سب سے بہتر تو یہ ہے کہ ایسی نوبت آنے ہی نہ دی جائے اور اسے روکنے کی کوشش کی جائے لیکن اس کے لیے لڑکی کو حالات سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے اور کرنا چاہیے مگر عام طور پر لڑکیاں یہ نہیں کر پاتیں۔ گھر کو بنانے کے لیے شوہر اور گھر والوں کو اس کا ساتھ دینا پڑتا ہے، خاص طور پر شوہر کو اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ لڑکی کی اپنے شوہر سے اچھی ہم آہنگی ہو، کیوں کہ سسرالی جب کسی لڑکی کو بیاہ کر لاتے ہیں تو اس وقت تو بے پناہ خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، اپنے ظاہری رویے سے ثابت تو یہ کیا جاتا ہے کہ لڑکی ہماری ہوگئی ہے مگر رویہ میں وہ باہر کی اور غیر ہی رہتی ہے جس کی حرکات وسکنات پر گہری نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اگر وہ کسی کام کو درستگی سے انجام نہ دے سکے یا وہ سسرال والوں کی مرضی کے عین مطابق نہ ہو تو اسے شدید تنقید کا نشانہ بننا پڑتا ہے یہاں تک کہ اس کی تربیت اور والدین کے کردار کو بھی لتاڑا جاتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس صورت حال میں دل نفرتوں اور کدورتوں کی آماج گاہ بن جاتے ہیں اور ماحول کشیدہ تر ہو جاتا ہے۔ اگر لڑکی معاملہ فہم اور ٹھنڈے مزاج کی ہے تو وہ یہ سب کچھ برداشت کر لیتی ہے اور دب کر رہنا بھی قبول کر لیتی ہے لیکن اگر وہ تیز طرار یا تنگ مزاج ہے تو معاملات برعکس ہو جاتے ہیں اور گھر میدان جنگ کا نظارہ پیش کرنے لگتا ہے اور دونوں محاذوں پر رشتوں کی جنگ میں لوگ سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔

ایک اور پہلو قابل غور ہے کہ سسرال کے رہن سہن، کھانے پینے اور لوگوں سے ملنے ملانے کے طریقہ کار پر ناگواری کا اظہار کیا جائے تو اس طرح بھی لڑکی کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ لڑکی کے منہ سے جہاں یہ بات نکلی کہ آپ کے یہاں فلاں چیز ٹھیک نہیں ہے تو اس کے بعد ساس اور نندیں اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھنے لگتی ہیں اور ناگواری ان کے چہروں سے ظاہر ہو جاتی ہے جس کے بعد ماحول میں نفرت گھل کر دونوں کے مابین ایک ایسی بداعتمادی پیدا کر دیتی ہے کہ گھر کا ستیاناس ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ لڑکی سسرال میں کبھی خوش نہیں رہ سکتی جو بات بے بات سسرال اور میکے کا موازنہ کرتی ہے۔ مثال کے طور پر اس کا یہ کہنا بھی سسرالیوں کو چراغ پا کر سکتا ہے کہ ”آپ کے یہاں تو ایک ہی سالن پکتا ہے جب کہ ہمارے یہاں تو دو یا تین پکتے ہیں۔“ یا پھر کچھ ایسی بات کہ ”آپ کی واشنگ مشین تو لوکل ہے میری امی تو الیکٹرانکس کی تمام چیزیں جاپانی پسند کرتی ہیں۔“ زندگی کے مختلف معاملات کا تواتر کے ساتھ موازنہ لڑکی کی اہمیت کو گھٹاتا رہتا ہے اور دلوں کی کدورتیں بڑھتی رہتی ہیں۔ جب دلوں میں محبت، پیار اور ادب واحترام نہ رہے تو پھر تمام رشتے صرف نام کے رہ جاتے ہیں۔

اگر آپ اپنی ازدواجی زندگی کو خوشیوں سے لبریز رکھنے کے خواہش مند ہیں تو غلط فہمیاں پیدا کرنے والی چھوٹی چھوٹی باتوں سے گریز کریں اور ان کو اپنے دل اور ذہن میں جگہ نہ بنانے دیں کیوں کہ یہی باتیں وقت کے ساتھ منفی صورتحال اختیار کر لیتی ہیں جس کے بعد زندگی الجھ کر رہ جاتی ہے۔ دراصل شادی کے بعد دونوں کو چاہیے کہ وہ سنجیدگی کا مظاہرہ کریں اور حتی الامکان ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

یاد رہے کہ یہ سب کچھ پلک جھپکتے نہیں ہو سکتا، لہٰذا ایک دوسرے کو تھوڑا سا وقت دیں کیوں کہ جیسے ہی ایک دوسرے کو سمجھنے کا مرحلہ مکمل ہوگا تو اس کے ساتھ ہی غلط فہمیاں بھی دم توڑ دیں گی۔ اگر شادی طے شدہ ہے تو کشیدگی اور نا اتفاقی کا تمام تر الزام ماں باپ کے سر منڈھ دیا جاتا ہے کہ یہ آپ کی پسند ہے، آپ ہی اسے لائے ہیں، ہماری پسند کو اولیت دی جاتی تو یہ نوبت نہ آتی۔

ازدواجی زندگی کو کامیاب اور خوش گوار بنانے کے لیے چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کرنا ہی عقل مندی ہوتی ہے۔ براہِ کرم رشتوں کے تقدس کو پہچانیں ان کو اولین ترجیح سمجھیں کہ ان رشتوں کے ساتھ ہی انسان ساری زندگی گزارتا ہے۔ جب باتوں اور اختلافات کو چھوڑ کر رشتوں کو اہمیت دی جائے گی تو تمام تر مشکلات خود ہی دم توڑتی چلی جائیں گی کیوں کہ رشتوں کی بہر حال اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے جن کو قائم رکھنے کی خاطر سب کچھ برداشت کرنا ہوتا ہے۔ میاں اور بیوی کا رشتہ ایسا ہوتا ہے جس میں ایک دوسرے سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوتی لہٰذا کوشش یہ رہے کہ اختلافات کے سامنے آنے پر انہیں حل کرنے کی سعی کی جائے۔ چھوٹی موٹی باتوں اور غیر ضروری اختلافات پر گھروں کو برباد کرنا یوں بھی کوئی عقل مندانہ بات نہیں ہے۔

یہ سچ ہے کہ گھر کو بنانے کے لیے لڑکی کو زیادہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور وہ دے بھی سکتی ہے کیوں کہ عورت کی ایک خوبی بہر حال ہے کہ وہ خود کو کسی بھی قالب میں ڈھال سکتی ہے۔ اسے اپنے شوہر کی جانب سے حمایت بھی ملتی رہے تو وہ گھر کو جنت بنا سکتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ شوہر کو قبول کرنے کے ساتھ ہی اس سے جڑے دیگر رشتوں کو بھی دل سے قبول کرے، ان کے دکھ سکھ کو اپنا سمجھے، ان کی دل جوئی کرے، اچھے لمحات کو پیدا کرنے کی کوشش کرے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ کل ان کے دلوں پر حکم رانی کرنے والی شخصیت کسی اور کی نہیں صرف اس لڑکی کی ہوگی جسے گھر کی بہو کہا جاتا ہے۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں کی ذمہ داری

محمد ضیاء الرحیم مجددی

ہندوستان کے مسلمان آج جن مسائل سے دوچار ہیں اور انہیں جن حالات اور چیلنجوں کا سامنا ہے موٹے طور پر انہیں ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے حصہ میں وہ مسائل ہیں جن کا تعلق حکومت کے قوانین، عدالت کے فیصلوں اور انتظامیہ کے اقدامات یا اس کی طرف سے لیے جانے والے ایکشن سے ہے۔ ملک میں فسطائی طاقتوں کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں اور میڈیا کی طرف سے مچائے جانے والے واویلا کو بھی ہم اسی زمرے میں رکھ سکتے ہیں۔

دوسرے حصہ میں وہ حالات یا مسائل ہیں جن میں نہ تو حکومت ملوث ہے اور نہ ہی عدالت کے کسی قانون کا کوئی عمل دخل ہے۔ ان مسائل کا تعلق براہ راست مسلمانوں سے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی بے دینی ان مسائل کے پیدا ہونے کا بنیادی سبب ہے۔ یہ مسائل معاشی بھی ہیں اور معاشرتی بھی، دینی بھی ہیں اور اخلاقی بھی۔ دراصل ان کی ذمہ داری خود مسلمانوں پر ہے۔ دینی مسائل میں مسلمانوں اور خاص کر نوجوان طبقہ کی اسلامی تعلیمات سے دوری سب سے اہم ہے۔ نمازوں سے غفلت، روزہ کی پابندی نہ کرنا، زکوۃ کی ادائیگی کا عدم اہتمام وغیرہ وہ امور ہیں جو بدقسمتی سے مسلم معاشرے میں بہ کثرت موجود ہیں۔ معاشرتی مسائل میں جہیز کے نام پر لین دین کی غیر اسلامی رسم سب سے اہم ہے۔ کتنی لڑکیاں ہیں جو اس کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں اور بے شمار ہیں جو اب تک جہیز کا نظم نہ ہونے کی بنا پر اپنے گھروں پر بیٹھی ہیں۔ ایسی کئی ایک مسلم برادریاں ہیں جن کے یہاں لین دین کو عملاً ایک معاشرتی قانون کا درجہ حاصل ہے، جہاں جہیز کے بغیر لڑکی کی شادی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح شادی کے موقع پر دیگر رسومات کی انجام دہی پر بیجا روپیہ کا اسراف عام ہے۔ اخلاقی مسائل میں نوجوانوں میں محرمات کا ارتکاب، شراب نوشی کی کثرت، جوا و قمار کی عادت ایک وبا کی طرح پھیل چکی ہے۔ نیز بعض مواقع پر اجتماعی طور پر روپیہ جمع کر کے وہ امور انجام دیے جاتے ہیں جن کا اسلام سے، اسلامی تعلیمات سے اور اسلام کی اصل روح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تعزیہ داری میں بے دریغ روپیہ کا اسراف اس کی اہم مثال ہے۔ اس پر طرفہ یہ کہ اس کو خالص دینی عمل تصور کیا جاتا ہے، نیز اس میں جن محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان سب نے ایک نئے اسلام کو جنم دیا ہے جس کو ہم ہندوستانی اسلام کہہ سکتے ہیں لیکن مدنی اسلام ہرگز نہیں۔ اگر ہم سب واقعتاً مسلمانوں کے مسائل حل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے مخلص ہیں تو سب سے پہلے ان مسائل کو حل کرنا ہوگا جن کا حل ہماری دسترس میں ہے اور جو بنیادی طور پر مسلم معاشرے کی دین سے دوری اور اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے مسائل حل کرنے کے لیے ایک منظم تحریک چلانی ہوگی۔ اصلاح معاشرہ کا ایک باقاعدہ پروگرام ترتیب دینا ہوگا، دین سے متعلق بیداری پیدا کرنے میں علماء جو رول ادا کر سکتے ہیں وہ کوئی دوسرا طبقہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا بنیادی طور پر علماء کو اس مرحلہ میں اپنا کلیدی و تاریخی رول ادا کرنا ہوگا۔ اس مرحلہ میں مدارس اسلامیہ بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، اس لیے اس ملک میں جو خدمات انجام دی گئی ہیں، وہ ایک تاریخی حقیقت ہیں۔

اصلاح معاشرہ کے پہلے مرحلہ میں لوگوں کی ذہن سازی پر زور دیا جانا چاہیے، اگر ہم اس مرحلہ میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور معاشرے سے غیر شرعی وغیر اسلامی رسوم ورواج ختم کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور واقعتاً مسلم معاشرے میں اس کا اثر صاف محسوس کیا جا سکتا ہے تو یقین کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دیگر بڑے مسائل بھی ان شاء اللہ حل ہو جائیں گے کیونکہ یہ صرف اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی غرض سے ہوگا اور رضائے الٰہی کے لیے ہوگا اور صحیح راستہ پر چلنے والوں اور غلط راہ کو ترک کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ یوں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتا اور پھر جب نصرت الٰہی حاصل ہوگئی تو نہ کسی حکومت کی مجال ہے کہ وہ اسلامی کارواں کے آگے آئے اور نہ کسی طاغوتی طاقت کی یہ ہمت ہوگی کہ وہ اسلام کی راہ کا پتھر بنے۔

Scanned with CamScanner

مدارس کے نظام تعلیم وتربیت کو مثالی بنایا جائے

مولانا محمد سفیان قاسمی، دیوبند

اللہ رب العزت نے تکوینی نظام میں جو حیثیت اور اہمیت پانی کی رکھی ہے تشریعی نظام میں وہی حیثیت علم ومعرفت کی رکھی ہے، پانی کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:"وجعلنا من الماء کل شئ حي" ہم نے ہر ذی حیات، ذی روح اور زندہ شئی کو پانی سے پیدا کیا، اس سے معلوم ہوا کہ دیگر عناصر، ہوا، مٹی، آگ پر پانی کو فضیلت اور فوقیت حاصل ہے، اور انسانی رفعت وعظمت کا معیار اور مدار علم کو قرار دیتے ہوئے فرمایا:"یرفع اللہ الذین امنوا و الذین اوتوا العلم درجات" اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور اہل علم کو دیگر انسانوں کے مقابلہ میں رفعت اور بلندی عطا کی، پانی کی خاصیت یہ ہے کہ وہ کسی ایک مقام پر نہیں ٹھہرتا، ہر وقت رواں دواں اور گردش میں رہتا ہے، زمین سے برآمد ہوا، انسانوں کی ضرورت پوری کرتے ہوئے کھیتوں کھلیانوں کی سیرابی کا سامان بنا، وہاں سے ندی نالوں میں پہونچا، ندی نالوں سے دریاؤں میں منتقل ہوا دریاؤں، سمندر میں، سمندر میں جوار بھاٹے آئے، وجزر پیدا ہوئے، طوفانی آئی، لہریں اٹھیں، تو بھاپ بن کر بادلوں میں، رعدو برق کی کیفیت پیدا ہوئی،، تو بارش کی شکل اختیار کرلی، بارش نے زمین کو سیراب کیا تو کہیں سے قدرتی چشمے ابلے کہیں سبزہ اگا، کہیں کھتیاں لہلہانے لگیں کہیں گل ولالہ کے دلکش مناظر پیدا ہوئے کہیں فلک بوس پہاڑوں کی چوٹیوں سے دلفریب آبشار گرنے لگے، کہیں قوس ومزے کے رنگ بکھرے کہیں رنگ برنگے پھول بوٹے، زمین کا سینہ چاک کرکے جاذب نظر مناظر پیش کرنے لگے، اس طرح پہلی بار جو پانی زمین سے چلا تھا وہ طویل مسافتیں طے کرکے مختلف شکلیں بدلتے ہوئے پھر زمین پر آپہونچا، اور دوبارہ سے پھر اسی آن بان اور اسی شوکت وشان کے ساتھ مصروف سفر ہوگیا، اس کی زندگی ہی اسی حرکت، گردش اور پیہم سفر میں مضمر ہے، سکون، قیام، اور ٹھہراؤ پانی کی موت ہے، جس کے بعد بدذائقہ، بدرنگ، بدہیئت ہو جاتا اب نہ اس میں مائیت، نہ لطافت، نہ شفافیت پاکیزگی، اور نہ حیات آفرینی کے آثار، ٹھیک اسی طرح ایک سچے اور مخلص طالب کی زندگی ہونی چاہیے، اسے ہر دم جواں، ہر دم رواں، اور پیہم جادہ پیمار ہنا چاہیے، طالب علم نے اگر اپنا علمی سفر موقوف کردیا، تو جتنے فاصلے اس نے طے کیے تھے وہ کالعدم اور آگے کی منزل دور ہوتی چلی جائے گی۔ کسی شاعر نے کہا:

تھک کے رہ مین جو چور ہو جائے گا ☆☆☆ منزلوں سے بہت دور ہو جائے گا

رکے ہوئے پانی کی طرح اس کے اندر فساد بھی پیدا ہوگا، جس سے ذائقہ علم، رنگ طالب علمی، لطافت وشفافیت، پاکیزگی وحیات آفرینی، تمام اوصاف ختم ہو جائیں گے، مدارس اسلامیہ دینی تعلیم کا سرچشمہ کہلاتے ہیں انہیں رسمی سرچشمہ کے بجائے علم دین کا حقیقی سرچشمہ ہونا چاہیے، جس کے لیے اخلاص نیت کے ساتھ صحیح رخ پر تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے اگر اخلاص نیت، للّٰہیت اور رضاء الٰہی کے جذبہ کا فقدان ہوگا تو ہمارے ان مدارس اور عصری درسگاہوں میں کوئی خط فاصل ہی نہیں رہے گا، کہ جہاں دنیا طلبی، دولت آفرینی، نام ونمود اور جاہ ومنصب کے علاوہ کوئی اور جذبہ کارفرما ہی نہیں ہوتا، اور اگر صحیح رخ پر محنت نہ ہوئی تو مدارس اپنے وجود کا جواز ہی کھو بیٹھیں گے، تعلیم دراصل ایک ''مرکب عمل'' کا نام ہے، جس میں معلم اور متعلم دونوں ہی برابر کے شریک ہیں، اگر معلم میں افاضہ کا جوہر نہ ہو تو متعلم میں استفاضہ کی شان پیدا ہو ہی نہیں سکتی، اگر معلم باصلاحیت، باکردار، محنت شعار، اور متعلم کے تئیں ہمدرد اور شفیق نہیں ہوگا تو متعلم ہزار کوششوں کے باوجود کامیابی کے بلند مقام پر نہیں پہونچ سکتا ہے جیسے خشک کنویں سے پانی کا ایک قطرہ بھی برآمد نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح بے صلاحیت اور بے فیض استاذ سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا، برآمد کرنا بھی مشکل ہوگا۔ اور اگر طالب علم با ذوق محنتی، اور شائق علم نہیں ہے تو معلم کی انتھک جدو جہد صلاحیت اور شفقت اور ہمدردی رنگ نہیں لا سکتی، رہا نصاب تعلیم، سو الحمدللہ وہ اتنا ٹھوس، مفید اور زرخیز ہے کہ صدیاں اس کی افادیت کی گواہی دے چکی ہے کہ بڑے بڑے علماء ربانین اسی نصاب سے تیار ہوئیں، حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰنؒ، مفتی کفایت اللہؒ، مفتی محمد شفیعؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند جیسی فخر روزگار ہستیاں اسی نصاب تعلیم سے شخصیتیں بنیں۔

ضرورت ہے تو اس نصاب کو صحیح نہج پر پڑھنے اور پڑھانے کی ابتدائی سال میں اساتذہ بڑے ذوق وشوق سے اپنے درس میں طول طویل تقریر فرماتے ہیں مگر جوں جوں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں وہ ذوق وشوق اور وہ جذبہ مضمحل ہوتا چلا جاتا ہے، اور آخر میں فنون کی اہم کتابوں کی بھی ورق گردانی اور محض عبارت خوانی پر اکتفاء ہونے لگتا ہے فنون کی کتابوں میں اس طریق تدریس سے امکانی طور پر گریز کرنا چاہیے، اس سے طلبہ کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے، تدریس میں ''قل مادل'' کے اصول پر عمل کیا جائے تو اس سے اعتدال بھی قائم رہتا ہے اور نصاب کی بھی بسہولت تکمیل ہو جاتی ہے، تعلیم و تدریس کیساتھ طلبہ کی اخلاقی تربیت بھی ضروری ہے ہمارے دینی مدارس کے طلباء کا معیار اخلاق عصری درسگاہوں کے مقابلہ میں بلند ہونا چاہیے، مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بلند کیا ہوتا عموماً ان کے مساوی بھی نہیں ہوتا، اس باب میں اگر صرف تعلیم وتدریس کافی ہوتی تو ہمارے اکابر اصلاح نفس اور اخلاقی تربیت کے لیے وہ جدوجہد نہ کرتے جو صحبت صالح اور خانقاہوں کی صورت میں نظر آتی تھی، آج مدارس میں اس جدوجہد کا فقدان ہے، اور نتیجہ ظاہر، طلباء کے لیے درس سے قبل، مطالعہ، درس کے وقت توجہ، اور درس کے بعد، تکرار، یہ ایسا آزمودہ اور نفع بخش عمل ہے کہ اگر کسی طرح اس کی پابندی ہو جائے تو ان شاء اللہ کچھ بن کر ہی نکلیں، مگر کون کہہ سکتا ہے کہ طلباء کی ایک ایک گنی چنی تعداد کے علاوہ اس پر کوئی کاربند ہوگا، پھر طلباء کی حاضری انتظامیہ اور اساتذہ کے لیے ایک مسئلہ بن جاتی ہے، اس صورت میں طلباء کی استعداد بنے تو کس طرح بنے یہ تو طلباء ہی کے سوچنے کی بات ہے ارباب انتظام تو اپنے لگے بندھے نظام اور اصول وضوابط کے مطابق تنبیہ کے لیے بندش طعام اور بالآخر بعد اخراج جیسا سخت قدم نہ اٹھائے نہ کرے تو کیا کرے؟ حالاں کہ ان طلباء میں کیسے کیسے ذہین فہیم، اور باصلاحیت ہوتے ہیں، مگر ایام تعلیم میں فضولیات میں پڑ کر وہ سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں، اس کے برعکس نہ کتنے ہی کند ذہن، اور بے صلاحیت طلباء ہوتے ہیں مگر وہ فضولیات کو چھوڑ کر اپنے مقصد کی دھن میں لگ جاتے ہیں بالآخر وہ کچھ بن کر نکلتے۔ اور یہ ذہین طلباء خالی ہاتھ واپس جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ محنت اپنا رنگ دکھاتی ہے اور غفلت و بیکاری اپنا رنگ دکھاتی ہے۔

آخر میں ایک عالم دین کے اس بصیرت افروز تبصرہ پر بات ختم کرتے ہیں کہ اب اہل مدارس کو اپنے طور طریقوں اور انتظامی اخلاقیات پر توجہ دینی چاہیے، عوام بیدار ہو چکے ہیں، اور پوری طرح سمجھنے میں کہ زمانہ کا کیا رنگ ڈھنگ ہے کوئی کیا ہے اور حقائق کیا ہیں؟ مثلاً ماضی میں نرس اور کمپاونڈر کو لوگ ڈاکٹر سمجھتے تھے، اور انھیں کے آگے پیچھے پھرتے تھے، وہ سیاہ کریں یا سفید آنکھیں بند کر کے اپنے اعتماد کرتے تھے: مگر اب اتنے باشعور ہو چکے ہیں کہ ڈاکٹر، اور کمپاونڈر میں فرق کرنے لگ گئے ہیں، اس لیے کوئی کمپاونڈر یا سڑک چھاپ ڈاکٹر انھیں دھوکہ نہیں دے سکتا، ٹھیک اسی طرح پہلے لوگ صرف مشرع اور مقطع شخص کو دیکھ کر اسے عالم کا درجہ دیتے تھے مگر اب ان کی حس جاگ چکی ہے وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ عالم کسے کہتے ہیں، اس کی علامات اور خصوصیات کیا ہوتی ہیں مدارس کیا ہوتے ہیں، مدارس کی تعلیم کیا ہوتی ہے، اور اہل مدارس کی خوبیاں کیا ہیں اور خامیاں کیا، اب کوئی شخص اپنے جبہ قبہ، عالمانہ وضع قطع، مصنوعی اخلاقیات اور دلکش ظاہری ہیئت سے انھیں دھوکہ نہیں دے سکتا، اس لیے علماء بالخصوص اہل مدارس اپنے نظم و ضبط، مالیات، تعلیم وتربیت اخلاقیات اور دیانت میں مثالی ہونا چاہیے، بعض مرتبہ انتظامیہ کو سخت فیصلے لینا پڑتے ہیں، جن کی زد میں اساتذہ وطلباء اور ملازمین، کوئی بھی آ سکتا ہے، اگر ان فیصلوں میں دیانت، اخلاص اور انصاف کا عنصر غالب ہو تو سخت سے سخت رد عمل بھی مدارس کے نظام کو متزلزل نہیں کر سکتا، بصورت دیگر یہ ضمانت ہر صورت نہیں دی جا سکتی کہ کوئی بگاڑ یا فساد رونما نہیں ہوگا۔

دارالعلوم وقف دیوبند، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نہج پر قائم سیکڑوں مدارس الحمدللہ مصروف خدمت ہیں، اور ان مرکزی اداروں کو ان کی حوصلہ افزائی ہی کرنی چاہیے اور جن علاقوں میں واقعۃً مدرسوں کی ضرورت ہے مدرسے قائم کرنے چاہئے اور بے ضرورت قیام سے بچنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص نیت، خوف آخرت اور دینی فکر کے خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

ایران میں فضائی حادثات کیوں ہوتے ہیں؟

مولانا غیاث الدین دھام پوری

آخر کیا وجہ ہے کہ ایران میں تواتر کے ساتھ فضائی حادثات رونما ہوتے ہیں؟ 1979 سے لے کر اب تک تقریباً 2000 ایرانی باشندے فضائی حادثات میں اپنی جانیں گنوا چکے ہیں اور اس 44 سالہ عرصے میں ایرانی ایئر لائنز کے حادثات میں 1.755، ہلاکتیں ہوئی ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ ایران میں ہوابازی محفوظ نہیں یا پھر ہوابازی کا محکمہ سنجیدہ نہیں ہے، یاد رہے کہ ایران کی فضائی انڈسٹری کا ایک خوفناک ریکارڈ رہا ہے، اس کی کئی وجوہات بتائی جاتی ہے، الجزیرہ ٹی وی چینل کے مطابق حادثات کی من جملہ وجوہات میں ایک یہ ہے کہ ایران اپنے طیاروں کی سروس کے لئے درکار سامان حاصل نہیں کر پا رہا، دوسرے ایران کے خلاف 1979 میں بعد از انقلاب کسی نہ کسی شکل میں پابندیاں عائد ہیں، جس کے باعث ایرانی حکومت دیگر ممالک سے ہوائی جہاز، اس کے پرزے اور دیگر ضروری ساز وسامان حاصل نہیں کرسکتی، کیونکہ ایران کو دیگر ممالک کے ساتھ تجارت کی اجازت نہیں ہے، نیز زیادہ تر ایرانی کمپنیاں امریکی پابندیوں کی وجہ سے اسپیئر پارٹس کے حصول میں مشکلات کی شکار ہیں، یوں تو ایران میں پہلے بھی فضائی حادثات ہوتے رہے ہیں، لیکن حالہ برسوں میں ان میں کافی اضافہ ہوگیا ہے، بالخصوص گزشتہ دہائی کے دوران ایران میں ہوئی نقل وحمل کے شعبے میں متعدد حادثات دیکھے گئے، جن میں ٹیک آف یا لینڈنگ کے دوران متعدد طیاروں کا رن وے سے انحراف، انجنوں میں آگ لگنے کے بعد متعدد طیاروں کا گر جانا اور جہازوں کا تصادم شامل ہے، ہیلی کاپڑوں کے حادثات اس کے علاوہ ہیں، جس کے باعث متعدد ایرانی اعلیٰ حکام کی ہلاکت ہو چکی ہے، صدر رئیسی کے ساتھ پیش آنے والا حادثہ اس سلسلے کی تازہ کڑی ہے، چنانچہ فروری 2023 میں ایران کے سابق وزیر کھیل حامد سجادی کو لے جانے والا ہیلی کاپٹر ایران کے جنوبی صوبے کرمان کے شہر یافت میں لینڈنگ کے دوران اسی طرح کے ایک حادثے کا شکار ہوا تھا، جس کے نتیجے میں وزیر موصوف اور ان کے کئی ساتھی زخمی ہو گئے تھے، جب کہ ان کا معاون اسمٰعیل احمدی ہلاک ہو گیا تھا، طیاروں کے درپیش مسائل کی وجہ سے ایران میں کئی ملکی پروازیں منسوخ کی جا چکی ہیں، اس کے ساتھ ہوابازی کے شعبے میں پے در پے حادثات رونما ہو رہے ہیں، خاص طور پر خستہ حال فضائی بیڑے کو درپیش مسائل کے بارے میں سامنے آنے والی رپورٹس کی روشنی میں ان حادثات کی وجہ سے ہوابازی کے شعبے کو بھاری نقصان کا بھی سامنا ہے، نیز اس کی ساکھ بھی بری طرح متاثر ہوئی ہے، اب صارفین خوف وخدشے کا شکار ہونے کے باعث ایرانی ایئر لائنز میں سفر کرنے سے خائف ہیں،

ایران میں فضائی بیڑے میں اس وقت 250 مسافر بردار طیارے ہیں، جن میں تقریباً 200 گزشتہ چند برسوں کے دوران آؤٹ آف سروس ہو گئے ہیں اور بقیہ طیاروں کی اوسط عمر 25 سال سے زیادہ ہے، جب کہ ایران کی موجودہ آبادی کے پیش نظر اس وقت ایران کو 600 جدید طیاروں کی ضرورت ہے، واضح ہو کہ طیاروں کی متعدد بار مرمت اور بحالی پر بہت زیادہ انحصار کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ طیارے کی بھی ایک عمر ہوتی ہے، مرمت سے اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا، پھر مرمت ہی سے کام چلا جاتا رہے تو مسافروں کی زندگیاں خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہوگی، ایران میں ہوئی جہازوں کے حادثات کی ایک خاص وجہ یہی ہے، دوسری وجہ فضائی شعبے کی نگرانی کا فقدان اور انسانی غلطیاں فضائی حادثات میں اضافے کا اہم سبب ہے، اسی لئے ایرانی پائلٹ پر غیر محفوظ حالات میں اڑان بھرنے کے لئے دباؤ ڈالا جاتا ہے، واضح رہے کہ ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کے ہیلی کاپٹر کی صلاحیتوں پر بھی خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے، اس ہیلی کاپٹر کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ ایک امریکی کمپنی ''بیل ہیلی کاپٹر ٹیکسٹرون'' نے تیار کیا ہے اور ایران میں ہلال احمر کے فضائی بیڑے میں استعمال ہوتا ہے، یہ ہیلی کاپٹر ایک انجن کے ساتھ پرواز جاری رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اگر دوسرا فیل ہو جائے تو تب بھی پرواز میں خلل واقع نہیں ہوتا، اسے کینیڈا، اٹلی اور جاپان بھی استعمال کرتے ہیں، اس میں زیادہ سے زیادہ 15 افراد بیٹھ سکتے ہیں، اس کی پرواز کی حد 980 کلومیٹر ہے، اب رئیسی کا ہیلی کاپٹر حادثہ کا شکار ہوا ہے یا وہ قدرتی آفت کی زد میں آیا ہے یا اس طرح ہی موت ان کا مقدر تھی، یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا ہے کہ اصل معاملہ ہے کیا؟ بہر حال ایران کو فضائی حادثات کو روکنے کیلئے اپنی خارجہ پالیسی میں ترمیم کرنے اور ایران کو امریکہ سے پابندیاں ہٹوانے کی شدید ضرورت ہے۔

Scanned with CamScanner

بیت اللہ۔ مرکز عشق ومحبت

علامہ سید سلیمان ندوی

حج اسلام کی عبادت کا چوتھا رکن اور انسان کی خدا پرستی اور عبادت کا پہلا اور قدیم طریقہ ہے۔ اس کے لفظی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں اور اس سے مقصود خاص مذہبی قصد وارادہ سے کسی مقدس مقام کا سفر ہے لیکن اسلام میں یہ ملک عرب کے شہر مکہ میں جا کر وہاں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانے اور مکہ کے مختلف مقدس مقامات میں حاضر ہو کر کچھ آداب اور اعمال بجالانے کا نام ہے۔

ملت ابراہیمی کی حقیقت قربانی ہے :توراۃ اور قرآن پاک دونوں سے یہ ثابت ہے کہ ملت ابراہیمی کی اصلی بنیاد قربانی تھی اور یہی قربانی حضرت ابراہیم کی پیغمبرانہ اور روحانی زندگی کی اصلی خصوصیت تھی اور اسی امتحان اور آزمائش میں پورے اُترنے کے سبب وہ ان کی اولاد ہر قسم کی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال کی گئی ہے۔ لیکن یہ قربانی کیا تھی؟ یہ محض خون اور گوشت کی قربانی نہ تھی بلکہ روح اور دل کی قربانی تھی۔ یہ ماسوی اللہ اور غیر کی محبت کی قربانی خدا کی راہ میں تھی۔ یہ اپنے عزیز ترین متاع کو خدا کے سامنے پیش کر دینے کی نذر تھی۔ یہ خدا کی اطاعت، عبودیت اور کامل بندگی کا بے مثال منظر تھا۔ یہ تسلیم ورضا اور صبر وشکر کا وہ امتحان تھا جس کو پورا کیے بغیر دنیا کی پیشوائی اور آخرت کی نیکی نہیں مل سکتی۔ یہ باپ کا اپنے اکلوتے بیٹے کے خون سے زمین کو رنگین کر دینا نہ تھا۔ بلکہ خدا کے سامنے اپنے تمام جذبات اور خواہشوں، تمناؤں اور آرزوؤں کی قربانی تھی اور خدا کے حکم کے سامنے اپنے ہر قسم کے ارادے اور مرضی کو معدوم کر دینا تھا اور جانوروں کی ظاہری قربانی اس اندرونی نقش کا ظاہری عکس اور اس خورشید حقیقت کا ظل مجاز تھا۔

اسلام قربانی ہے : اسلام کے لفظی معنی اپنے کو کسی دوسرے کے سپرد کر دینا اور اطاعت وبندگی کے لیے گردن جھکا دینا ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کے اس ایثار اور قربانی سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان باپ بیٹوں کی اس اطاعت اور فرمانبرداری کے جذبہ کو صحیفہ محمدی میں اسلام کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مکہ اور کعبہ: کعبہ وہ مقام ہے جو مسلمان عرفاء کے خیال کے مطابق عرش الٰہی کا سایہ اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کا سمت القدم ہے۔ وہ ازل سے اس دنیا میں خدا کا معبد اور خدا پرستی کا مرکز تھا۔ سب بڑے بڑے پیغمبروں نے اس کی زیارت کی اور بیت المقدس سے پہلے اپنی عبادتوں کی سمت اس کو قرار دیا کہ اول وضع للناس (آل عمران:10) سب سے پہلا خدا کا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا۔ وہ وہی تھا۔ لیکن حضرت ابراہیم سے بہت پہلے دنیا نے اپنی گمراہیوں میں اس کو بھلا کر بے نشان کر دیا تھا۔ حضرت ابراہیم کے وجود سے جب اللہ تعالیٰ نے اس ظلمت کدہ میں توحید کا چراغ پھر روشن کیا تو حکم ہوا کہ اس گھر کی چہار دیواری بلند کر کے دنیا میں توحید کا پتھر پھر نصب کیا جائے۔ چنانچہ قرآن پاک کے بیان کے مطابق (حج:3،4) کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی البیت العتیق (پرانا گھر) تھا، کوئی نیا گھر نہ تھا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے مل کر اس گھر کی پرانی بنیادوں کو ڈھونڈ کر پھر نئے سرے سے ان پر چہار دیواری کھڑی کی، فرمایا اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت (ابراہیم جب اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے) اس سے معلوم ہوا کہ پہلے سے پڑی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام واسمٰعیل علیہ السلام نے اس افتادہ بنیاد کو از سر نو بلند کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق، شام، مصر ہر جگہ پھر کر آخر اسی گمنام گوشہ کو منتخب کیا جو باسطوت جباروں اور بت پرستوں اور ستارہ پرست قوموں کے حدود سے دور ایک بے نام ونشان صحرا میں ہر چار طرف سے پہاڑیوں سے گھرا تھا۔

حج دراصل اس رسمی قربانی اور اس دوڑ دھوپ کا نام نہیں، یہ تو حج کی روحانیت کی صرف جسمانی، کیفیات اور تاثرات کے مظاہر اور تمثیلیں ہیں۔ اس لیے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ نے اصلی اور صحیح حج کا نام صرف حج نہیں بلکہ حج مبرور رکھا ہے۔ یعنی وہ حج جو سراپا نیکی ہو۔ اور یہی حج ان تمام برکات اور رحمتوں کا خزانہ ہے جو عرفات کے سائلوں کے لیے خاص ہے، حج کی روحانیت درحقیقت توبہ، انابت اطاعت اور فرمانبرداری کے اعتراف اور اقرار کا نام ہے اور اس کا اشارہ خود دعائے ابراہیمی میں مذکور ہے۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَکَ وَأَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ'' اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار (مسلم) بنا اور ہماری اولاد میں سے اپنا ایک فرمانبردار گروہ بنا اور ہم کو اپنے حج کے احکام اور دستور سکھا اور ہم پر رجوع ہو یا ہم کو معاف کر) تو (بندوں کی طرف) رجوع ہونے والا (یا ان کو معاف کرنے والا) اور رحم کرنے والا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی ان کی دوسری دعاؤں کی طرح قبول کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حج درحقیقت خدا کے سامنے اس سرزمین میں حاضر ہو کر جہاں اکثر نبیوں، رسولوں اور برگزیدوں نے حاضر ہو کر اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اعتراف کیا۔ اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد واقرار ہے اور ان مقامات میں کھڑے ہو کر اور چل کر خدا کی بارگاہ میں اپنی سیہ کاریوں سے توبہ کرنا اور اپنے روٹھے ہوئے مولی کو منانا ہے تاکہ وہ ہماری طرف پھر رجوع ہو کہ وہ تو اپنے تائب گنہ گاروں کی طرف رجوع ہونے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ وہ تو رحم وکرم لطف وعنایت کا بحر بیکراں ہے۔

یہی سبب ہے کہ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل صاف کر دیتی ہے اور جو مومن اس دن (یعنی عرفہ کے دن) احرام کی حالت میں گذارتا ہے، اس کا سورج ڈوبتا ہے تو اس کے گناہوں کو لے کر ڈوبتا ہے۔

ان تمام بشارتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حج درحقیقت توبہ اور انابت ہے۔ اسی لیے احرام باندھنے کے ساتھ ''لبیک اللّٰھم لبیک (اے اللہ میں حاضر ہوں) کا ترانہ دم بدم اس کی زبان سے بلند ہونے لگتا ہے۔ طواف میں، سعی میں، کوہ صفا پر، کوہ مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں، منیٰ میں ہر جگہ دعائیں مانگی جاتیں ہیں ان کا بڑا حصہ توبہ اور استغفار کا ہوتا ہے اور اس بنا پر کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ'' گناہ سے بصدق دل توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسا وہ جس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس لیے حج مبرور والوں کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں گو کہ توبہ سے ہر جگہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں، ہو سکتے اس کے لیے کعبہ اور عرفات کی کچھ تخصیص نہیں، لیکن حج کے مشاعر، مقامات اور ارکان اپنے گونا گوں تاثرات کی بنا پر دوسرے فوائد و برکات کے علاوہ جو یہاں کے سوا اور کہیں نہیں، صدق توبہ کے لیے بہتر سے بہتر موقع پیدا کرتے ہیں۔ ان مقامات کا جو تقدس اور عظمت ایک مسلمان کے قلب میں ہے، اس کا نفسیاتی اثر دل پر بڑا گہرا پڑتا ہے۔ وہ مقامات جہاں انبیاء علیہم السلام پر برکتوں اور رحمتوں کا نزول اور انوار الٰہی کی بارش ہوئی، وہ ماحول، وہ فضا وہ تمام گنہگاروں کو ایک جگہ اکٹھا ہو کر دعا وزاری، فریاد وبکا اور آہ ونالہ، وہ قدم قدم پر نبوی مناظر اور ربانی مشاہد جہاں خدا اور اس کے برگزیدہ بندوں کے بیسیوں ناز ونیاز کے معاملات گذر چکے ہیں، دعا اور اس کے تاثر اس کے قبول کے بہترین مواقع ہیں، جہاں حضرت آدم وحوا نے اپنے گناہوں کی معافی کی دعا کہ جہاں حضرت ابراہیم نے اپنی بیوی اور اپنی اولاد کے لیے دعا مانگی، جہاں حضرت ہود اور حضرت صالح نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد اپنی پناہ ڈھونڈی، جہاں دوسرے پیغمبروں نے دعائیں کیں۔ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اپنی اور اپنی امت کے لیے دعائیں مانگیں۔ وہی مقامات، وہی مشاہد اور دعاؤں کے وہی ارکان ہم گنہگاروں کی دعائے مغفرت کے لیے کس قدر موزوں اور مناسب ہیں کہ پتھر سے پتھر دل بھی ان حالات اور ان مشاہد کے درمیان موم بننے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور انسان اس ابر کرم کی چھینٹوں سے سیراب ہو جاتا ہے، جو وقتاً فوقتاً یہاں برگزیدگان الٰہی پر عرش الٰہی سے برستا رہا ہے اور ہنوز آن ابر رحمت درفشان است۔

حج درحقیقت اسی طرح انسان کی گذشتہ اور آئندہ زندگی کے درمیان ایک حد فاصل کا کام دیتا ہے اور اصلاح و تغیر کی جانب اپنی زندگی کو پھیر دینے کا موقع بہم پہنچاتا ہے، یہاں سے انسان اپنی پچھلی زندگی جیسی بھی ہو اس کو ختم کر کے نئی زندگی شروع کرتا ہے۔ ان بابرکت مقامات پر حاضر اور وہاں کھڑے ہو کر جلیل القدر انبیائے کرام اور خاصان الٰہی کھڑے ہوئے خدا کے گھر کے سامنے قبلہ کے روبرو جو اس کی نمازوں اور عقیدتوں اور مناجاتوں کی غائبانہ سمت ہے، اپنی پچھلی زندگی کی کوتاہیوں پر ندامت اور اپنے گناہوں کا اعتراف اور آئندہ اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ اور اقرار اثر پیدا کرتا ہے کہ شر سے خیر کی طرف اور خیر سے اور زیادہ خیر کی طرف زندگی کا رخ بدل جاتا ہے اور زندگی کا گذشتہ باب بند ہو کر اس کا دوسرا باب کھل جاتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ اس کے بعد اپنے نئے اعمال کے لیے نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ نے یہ فرمایا: جس نے خدا کے لیے حج کیا اور اس میں ہوس رانی نہ کی اور گناہ نہ کیا تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا)۔ یعنی ایک نئی زندگی، ایک نئی حیات اور ایک نیا دور شروع کرتا ہے جس میں دین اور دنیا دونوں کی بھلائیاں جمع اور دونوں کی کامیابیاں شامل ہوں گی۔

حج کے بعض اور چھوٹے چھوٹے اخلاقی مصالح بھی ہیں، مثلاً: (۱) حج کے ذریعہ سے انسان اپنی تمام ذمہ داریوں کا احساس کر سکتا ہے، حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب اہل وعیال کے نفقہ سے کچھ رقم بچتی ہے اس لیے آدمی حج کے لیے اس وقت نکلتا ہے، جب اہل وعیال کی ضرورتوں کا سامان کر لیتا ہے۔ اس لیے اس کو اہل وعیال کے مصارف کی ذمہ داریاں خود بخود محسوس ہو جاتی ہیں۔ معاملات میں فرض انسان کے سر کا بوجھ ہے اور حج وہی شخص ادا کر سکتا ہے جو اس سے سبکدوش ہو جائے اس لیے معاملات پر اس کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے۔

عام طرز معاشرت اور دنیوی کاموں میں آدمی اپنے سینکڑوں دشمن پیدا کر لیتا ہے جب خدا کی بارگاہ میں جانے کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے بری الذمہ ہو کے جانا چاہتا ہے اس۔ اس لیے رخصت کے وقت ہر قسم کے بغض وحسد سے اپنے دل کو صاف کر لیتا ہے۔ لوگوں سے اپنے قصور معاف کرواتا ہے، روٹھوں کو مناتا ہے، قرض خواہوں کے قرض ادا کرتا ہے، اس لحاظ سے حج معاشرتی اخلاقی اور روحانی اصلاح کا بھی ایک ذریعہ ہے۔ (۲) اسلام آج ہر ملک میں ہے اس لیے ہر ملک کی زبان اس کی زبان ہے، تاہم اس کی ایک عمومی زبان بھی ہے جو اس ملک کی زبان ہے جہاں دنیا کے ہر ملک سے مسلمان آتے جاتے رہتے ہیں اور اس زبان کے بولنے اور سیکھنے پر اس سفر میں کچھ نہ کچھ مجبور ہوتے ہیں، اس کا اثر یہ ہے کہ ہر مسلمان قوم جو کوئی بھی بولی بولتی ہو وہ اس ملک کی زبان سے اور زبان سے نہ سہی تو الفاظ سے آشنا ہوتی ہے اور یہ اسلام کی عالمگیر اخوت کی ایک مضبوط کڑی ہے۔ (۳) مساوات اسلام کا سنگ بنیاد اگرچہ نماز بھی محدود طریقہ پر اس مساوات کو قائم کرتی ہے لیکن پوری وسعت کے ساتھ اس کی اصلی نمائش حج کے زمانہ میں ہوتی ہے۔ جب امیر وغریب، جاہل وعالم، بادشاہ درعایا ایک لباس میں، ایک صورت میں، ایک میدان میں، ایک ہی طرح خدا کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں، نہ کسی کے لیے کوئی جگہ خصوصیت ہوتی ہے، نہ آگے پیچھے کی قید۔ (۴) بہت سی اخلاقی خوبیوں کا سرچشمہ کسب حلال ہے، چونکہ ہر شخص حج کے مصارف میں مال حلال صرف کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لیے اس کو خود حلال وحرام کی تفریق کرنی پڑتی ہے اور اس کا جو اثر انسان کی روحانی حالت پر پڑ سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

الغرض ''حج'' اسلام کا صرف مذہبی رکن نہیں بلکہ وہ اخلاقی، معاشرتی اقتصادی، سیاسی، یعنی قومی وملی زندگی کے ہر رخ اور ہر پہلو پر حاوی اور ہر مسلمان کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بلند منارہ ہے۔

Scanned with CamScanner

غزہ اور رفح کی صورت حال نازک، جنگ بند ہونی چاہیے

اللہ نواز خان

کئی مہینوں سے اسرائیل غزہ پر بمباری کر رہا ہے اور اس بمباری نے ہزاروں افراد کو شہید کر دیا ہے۔ 17 اکتوبر 2023 سے شروع ہونے والی جنگ میں ہزاروں فلسطینی شہید ہو چکے ہیں اور سیکڑوں کی تعداد میں زخمی ہیں نیز قیدیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اس انسانی المیے کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی ہے اور اسرائیل کو موقع دیا جا رہا ہے کہ ایک نسل کو پوری طرح تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اس کے باوجود کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو ہیں تو غیر مسلم، لیکن فلسطینیوں کے حق میں آواز اٹھا رہے ہیں۔ اسرائیلی بمباری سے اتنی تباہی مچ چکی ہے کہ اگر جنگ رک بھی جائے تو فلسطینیوں کو بحال ہونے میں کئی سال لگیں گے۔ ان کے گھر اور عمارتیں تباہی کا شکار ہو کر کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ تباہ شدہ مکانات اور عمارتیں انسانی درندگی کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ اتنے افراد کی ہلاکت نے انسانیت کو بھی شرمسار کر رکھا ہے۔ اسرائیلی جارحیت نے تمام اصول و قوانین پس پشت ڈال رکھے ہیں اور اس کے جو سہولت کار ہیں، وہ بھی اسرائیل کے جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ انسانیت سسک رہی ہے اور ظلم اپنی پوری قوت سے جاری ہے۔ امت مسلمہ اور مسلم ممالک کی خاموشی بھی سوالیہ نشان بن چکی ہے۔ افسوس ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ امت مسلمہ تماشے دیکھ رہی ہے اور غزہ کے علاقہ رفح پر اسرائیل بمباری کر کے اپنی من مانی کر رہا ہے اور اس کو نہ تو کسی بات کا خوف ہے اور نہ کسی کا ڈر ہے۔

ان حالات میں کچھ افراد، انسان دوست اقدامات اٹھاتے نظر آتے ہیں تو کچھ خوشی محسوس ہوتی ہے۔ یورپ کے تین ممالک آئر لینڈ، ناروے اور اسپین نے فلسطین کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ان ممالک کی طرف سے وضاحت آئی ہے کہ 28 مئی سے فلسطینی ریاست کو تسلیم کر لیں گے۔ جس کے ردعمل میں اسرائیل نے آئر لینڈ اور ناروے سے اپنے سفیر واپس بلا لیے ہیں۔ امریکہ سمیت کئی ممالک کی جامعات میں بھی طلبہ احتجاج کر رہے ہیں کہ غزہ میں شروع جنگ کو روکا جائے۔ جنوبی افریقہ نے عالمی عدالت انصاف میں ایک مقدمہ جنگی جرائم کے حوالے سے دائر کیا ہے۔ عالمی عدالت نے اسرائیل کو حکم دیا کہ فوری طور پر آپریشن روک دیا جائے اور بلا رکاوٹ انسانی امداد تک یقینی بنانے کے لیے رفح کراسنگ کو کھلا رکھا جائے، عالمی عدالت نے کہا ہے کہ اسرائیل کو رفح میں کوئی ایسی کاروائی نہیں کرنی چاہیے جس سے غزہ میں رہنے والوں کے لیے ایسے حالات پیدا ہو جائیں جو ان کی مکمل یا جزوی تباہی کا باعث بنیں۔

عدالت کے باہر فلسطینیوں کے حامی مظاہرین جھنڈے اور بینر لیے موجود تھے اور آزاد فلسطینی ریاست کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اسرائیل نے ان احکامات کو ماننے سے صاف انکار کر دیا ہے اور امریکہ کے صدر جو بائیڈن نے بھی کھلم کھلا اور دوٹوک الفاظ میں بین الاقوامی فوجداری عدالت کے دائرہ اختیار کو تسلیم نہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ عالمی عدالت انصاف میں فوجداری مقدمات اور جنگی جرائم پر مشتمل مقدمہ چلایا گیا ہے اور واضح شواہد بھی مقدمے کے دوران پیش کیے گئے۔ اسرائیل بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں اڑا رہا ہے اور اس کا یہ فیصلہ تسلیم نہ کرنا اسے ہٹ دھرم بھی ثابت کر رہا ہے اور انسانیت کا دشمن بھی ثابت کر رہا ہے۔ عالمی عدالت انصاف کے احکامات کو کوئی اہمیت نہیں دی جا رہی ہے۔ شدید افسوس کا مقام ہے کہ مسلم ممالک خاموش رہ کر تماشائی بنی ہوئی ہے۔ غزہ پر مسلسل فضائی اور زمینی حملے جاری ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ہر روز فلسطینی شہید ہو رہے ہیں۔ ان شہداء میں بچوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ غزہ میں خوراک کی بھی شدید کمی ہے، جس کی وجہ سے کئی افراد بھوک سے مر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اسپتالوں کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ غزہ کی سب سے بڑے اسپتال الاقصی میں ایندھن کی کمی ہے جس کی وجہ سے اسپتال کے بند ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ الجزیرہ کے مطابق اسپتال کے میڈیکل ڈائریکٹر نے کہا ہے کہ بجلی پیدا کرنے کے لیے ایندھن کی شدید کمی ہو گئی ہے بجلی کی عدم دستیابی کی وجہ سے کافی اموات ہو سکتی ہیں، خصوصاً وہ افراد جو آئی سی یو میں ایڈمٹ ہیں یا ڈائلائسز پر ہیں، وہ فوری طور پر موت کے منہ میں جا سکتے ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تقریبا ڈیلائسز کے 650 سے زائد مریض ہیں نیز اسپتال میں بھی 600 سے زیادہ زخمی اور مریض موجود ہیں اور دن بہ دن ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اب ایندھن کی کمی کی وجہ سے بجلی پیدا نہیں ہوتی ہے اور ان کے مرنے کے امکانات پیدا ہو چکے ہیں۔ غزہ میں تقریبا 36 بڑے ہسپتالوں میں صرف ایک تہائی اسپتال جزوی طور پر کام کر رہے ہیں۔ بدنصیبی کی بات یہ ہے کہ ان اسپتالوں میں میڈیکل سہولیات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں اور ادویات کی بھی شدید کمی ہے۔ زخمیوں کو فوری طور پر مناسب علاج کی ضرورت ہے تاکہ یہ زندہ رہ سکیں۔ امت مسلمہ کم از کم زخمیوں کو ہی ریلیف پہنچا دے۔ بین الاقوامی قوانین کے مطابق جنگ کے دوران ہسپتالوں کو نشانہ بنانا منع ہے، مگر یہ قوانین صرف غیر مسلموں کے لیے ہیں یہاں مسلمان شہید ہو رہے ہیں۔ بین الاقوامی قوانین کی پاسداری نہ کرنا اسرائیل کا ایک بڑا جرم ہے، مگر طاقت کے جوش میں بین الاقوامی قوانین کو جوتے کی نوک پر رکھا جا رہا ہے۔ فلسطینی مسلمانوں کا بہت ہی نقصان ہو چکا ہے، دن رات ہونے والی بمباری شہادتوں اور زخمیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ کر رہی ہے۔ کچھ دن پہلے جنگ بندی کے مذاکرات ہوئے تھے مگر اسرائیل نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اسرائیل کی سلامتی کے نام پر ایک دوسرے گروہ کی نسل ختم کی جا رہی ہے صیہونی فوج نے ایک بیان دیا ہے کہ وہ جنگ روکنے کے لیے حماس کے ساتھ جنگ بندی اور قیدیوں کی رہائی کی معاہدے پر تعطل کا شکار مذاکرات دوبارہ شروع کرنے پر تیار ہے لیکن لگتا ہے کہ یہ مذاکرات اسرائیل صرف اس لیے کرنے کے لیے تیار ہے کہ جو اسرائیلی فلسطینیوں کی قید میں ہیں، ان کو باآسانی چھڑایا جا سکے۔ اس جنگ میں سول آبادی کے ساتھ عبادت گاہوں کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے: ساتھ ہی بچے بھی شہید ہو رہے ہیں، غزہ کی سول اور ڈیفنس سوسائٹی کی رپورٹ کے مطابق 23 مئی کے 24 گھنٹوں کے دوران فضائی حملوں میں صرف غزہ میں 15 بچوں سمیت 26 افراد شہید ہوئے۔ اب جنگ کتنے عرصہ تک جاری رہے گا، اس کے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا مگر اسرائیل کے رجحان کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ لمبے عرصے تک رہنے والی جنگ ہے۔ اس جنگ کا اختتام کرنا ہوگا۔ اسلامی ممالک کے حکمران اگر فلسطینیوں کی مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم جنگ بندی تو کرا سکتے ہیں۔ غزہ اجڑ چکا ہے اور رفح بھی بربادی کی طرف گامزن ہے۔ اموات کی شرح مسلسل بڑھ رہی ہے اور بچے بھی شہادت کے درجے پر فائز ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں جنگ بندی فوری طور پر بند ہو جانی چاہیے۔ بچے ہوئے افراد دوبارہ اپنے ٹوٹے پھوٹے گھروں کو آباد کر سکتے ہیں۔ اسرائیل فلسطین پر غیر قانونی قبضہ کر چکا ہے، اس کے علاوہ وقتا فوقتا یہودی آبادکاروں کو ان بستیوں میں بسا لیا جاتا ہے جہاں مسلمان رہتے ہیں اور مسلمانوں سے زبردستی گھر خالی کرا لیے جاتے ہیں غزہ کے رہنے والوں کو جنگ بندی کے بعد بھی کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، عمارتیں تباہ ہو چکی ہیں، گھر تباہ ہو چکے ہیں، بازار کھنڈرات میں بدل چکے ہیں، مسجدیں شہید کی جا رہی ہیں اور اسپتالوں کو بھی برباد کیا جا رہا ہے، دوبارہ تعمیر بھاری اخراجات کی متقاضی ہے، جنگ زدہ غزہ کے مظلوموں کے پاس اتنا سرمایہ کہاں ہوگا کہ وہ اپنی عمارتیں اور مکانات دوبارہ تعمیر کر سکیں، جنگ بندی فوری طور پر ہو جائے تو اب بھی کافی انسان بچ سکتے ہیں۔

جو کام ہم مسلمانوں کو کرنے تھے کہ ظالم مزید ظلم سے باز آ جائیں، وہ جنوبی افریقہ جیسے ممالک کر رہے ہیں مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کام کرنا ہوگا تاکہ جنگ بندی ہونے کے ساتھ غزہ میں مکمل امن آ جائے۔ اسرائیل اور امریکہ پر دباؤ ڈال کر جنگ بندی کرائی جا سکتی ہے۔ مسلمانوں کو جرأت کرنی ہوگی کہ اسرائیلی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔ اپیلوں اور احتجاجوں سے جنگ رکنے کا امکان بہت ہی کم ہے۔ اس کے لیے کوئی سخت قدم اٹھانا ہوگا تب ہی اسرائیل جنگ بندی پر مجبور ہوگا، جاری جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک اسرائیل اپنا مفاد حاصل نہیں کر لیتا اور اپنے مفاد کے لیے فلسطینیوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔

بقیہ: مسلمانوں کے عروج و زوال کے اسباب: امت کے زوال کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے اہل یورپ کی طرح عصری علوم و فنون سائنس اور ٹکنالوجی وغیرہ میں ایسا ملکہ حاصل نہیں کیا جیسا کہ یہود و نصاری اور دیگر مسلم دشمن طاقتوں نے ان پر عبور حاصل کر کے نت نئے جنگی آلات راکٹ، میزائل، ایٹم بم، جنگی جہاز، بحری بیڑے اور مختلف قسم کے آلات حرب کو ایجاد کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ اہل اسلام کے بالمقابل سپر طاقت بن گئے، جب کہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ دشمنوں کے لئے جہاں تک تم سے ممکن ہو قوت و طاقت کو اختیار کرو۔ اس آیت کریمہ کے فرمان کے مطابق اگر مسلمان جنگ میں کام آنے والے ہر قسم کے آلات کی ایجاد و اختراع کرتے تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کر سکتے تھے اور ان کو اجتماعی اور مرکزی قوت اور عالمی اقتدار حاصل ہوتا۔ مسلم حکمرانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے ایسے افراد تیار کریں جو مذکورہ علوم میں مہارت حاصل کر کے ایسی چیزوں کو ایجاد کریں، جن سے دشمن کے ہر ایک حربہ کو ناکام بنایا جا سکتا ہو اور یہ کام مسلم حکمرانوں کے لئے اس اعتبار سے بہت آسان ہے کہ ان کے پاس ان آلات میں کام آنے والے خام اموال، معدنیات اور وافر مقدار میں قدرتی ذخائر موجود ہیں اور ساتھ ہی ساتھ صنعت و تجارت میں اہم کردار ادا کرنے والی بندرگاہیں بھی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں، جن سے معاشی استحکام حاصل ہوتا ہے اور ان بندرگاہوں کو دشمنوں کے مقابلہ میں بھی کام میں لایا جا سکتا ہے اور وہ معدنیات، قدرتی وسائل اور قدرتی ذخائر جو مسلم ممالک میں موجود ہیں اگر مسلم حکمراں متحد ہو کر ان سے توانائی پیدا کریں تو انہیں مضبوط ترین دفاعی اور اقدامی قوت حاصل ہو سکتی ہے۔

امت کو زوال سے نکالنے اور بلندیوں سے ہم کنار کرنے کے لئے یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ اس کے تمام طبقات میں صحیح ایمانی قوت کو بیدار کیا جائے اور ان کا تعلق کتاب و سنت سے اس درجہ مضبوط اور مستحکم کیا جائے جس سے ان میں دینی احساس پورے طور پر ابھر سکے اور وہ اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہو سکیں اور ایسے صالح افراد پیدا ہوں جو اپنے جوش عمل اور وسعت قلب و نظر اور عمل بالکتاب والسنۃ کے ذریعہ ان اوصاف حسنہ کے حامل ہو جائیں، جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید ربانی حاصل ہوتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دین اسلام کے جملہ احکامات کو ماننا اور ان پر عمل پیرا ہونا اور نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا دراصل دنیا و آخرت کی سعادت کی ضامن ہے۔ اس کے بغیر مسلمان ذلت و پستی سے نہیں نکل سکتا اور نہ ہی اسے ترقی و کامرانی حاصل ہو سکتی ہے۔

قارئین نقیب متوجہ ہوں

قارئین کرام! آپ سب کو عیدالاضحیٰ خوب خوب مبارک ہو، نقیب کا یہ شمارہ جب آپ کے ہاتھوں میں ہوگا اس وقت آپ عیدالاضحیٰ کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے، آپ کو ادارہ نقیب کی طرف سے عیدالاضحیٰ کی پیشگی مبارکباد، اس موقع سے دفتر نقیب بند رہے گا اس لئے نقیب کا آئندہ شمارہ ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۴/جون ۲۰۲۴ء کو منظر عام پر آئے گا، قارئین کرام نوٹ فرمالیں (ادارہ نقیب)

Scanned with CamScanner

طب وصحت

ساگودانہ کے فوائد

ساگودانہ بچوں، بزرگوں اور مریضوں اور معدے کے خراب ہونے کی صورت میں ہلکی پھلکی غذا کے لیے بہترین اور موزوں ترین خوراک ہے۔ لیکن یہ صرف مریضوں یا بوڑھوں اور بچوں کے لئے ہی مفید نہیں بلکہ صحت مند لوگ بھی اسے استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ یہ ان کے لئے بھی صحت بخش خوراک ہے۔ یہ بچوں کے قد اور نشو ونما میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ یہ ایک اچھا ناشتہ بھی ہے، یہ کاربوھائڈریٹ یعنی توانائی حاصل کرنے کا ایک آسان اور فوری ذریعہ ہے۔ کیونکہ یہ جلد تیار ہوجاتا ہے۔ اوراس میں کسی قسم کے دوسرے اناج یا اجزا شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ صرف پانی اور دودھ سے ہی ابال کر جلد تیار ہو جاتا ہے۔ اور اس میں شکر کی آمیزش کر کے ہلکی (زود ہضم) غذا تیار کی جاتی ہے۔ جسے دودھ ساگودانہ کہتے ہیں، سری لنکا اور جنوبی ہندوستان میں اس سے اور بھی کئی پکوان تیار کئے جاتے ہیں جیسے کہ ساگودانے کی کھیر میں کھجور یا دوسرے خشک میوہ جات شامل کر کے میٹھی ڈش، ساگودانے کی پھُول بڑیاں بھی بہت مزیدار بنتی ہیں، کیک، پین کیک، سوپ، بریڈ، کھچڑی، پڈنگ، پاپڑ، وغیرہ۔ یہ بیکنگ میں آٹے کے طور پر، یا گاڑھا کرنے کے لئے کارن فلاور کی جگہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسے آلو کے بھرتے میں ملا کر اس کے مزیدار کٹلس بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ ساگودانہ عام طور پر میٹھے پکوانوں کو تیار کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ زود ہضم اور ڈائٹنگ یا پرہیزی غذا استعمال کرنے والوں کے لئے بہت مناسب غذا ہے۔

غذائی اجزاء : اس کے غذائی اجزاء میں پروٹین، فولک ایسڈ، فائبر (غذائی ریشہ)، اینٹی آکسیڈینٹ نشاستہ، زنک، کیلشیم اور آئرن وغیرہ شامل ہیں۔

اینٹی آکسیڈنٹ: ایک تحقیق کے مطابق ساگودانہ پولی فینولز اجزاء جیسے ٹیننز اور فلاوونائڈز بھی کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ جو نباتاتی یعنی پودوں کے مرکبات پر مبنی ہوتے ہیں جو انسان کے جسم میں اینٹی آکسیڈینٹ اجزاء کے طور پر کام کرتے ہیں۔ اینٹی آکسیڈینٹس ایسے اجزاء یا مالیکیولز کو کہتے ہیں جو ہمارے میٹابولزم کے نتیجے میں بننے والے نقصان دہ مالیکیولز یعنی فری ریڈیکلز کو ممکنہ حد تک بے اثر کرتے ہیں۔ یہ فری ریڈیکلز انسان کے جسم پر بڑھاپا لاتے ہیں۔ لیکن چونکہ ساگودانے میں فائبر بالکل نہیں ہے اس لیے اس کو دیگر اناج یا سبزیوں وغیرہ کے ساتھ استعمال کرنا زیادہ بہتر رہتا ہے۔

ساگو دانہ کے فوائد: ساگودانہ ایک صحت بخش غذا ہے۔ یہ بلڈ شوگر کی سطح کو بھی کم کرتا ہے، اور ذیابیطس کا خطرہ بھی کم کرتا ہے۔ نظام انہضام اور آنتوں کو درست رکھتا ہے۔ اسکا استعمال بلڈ پریشر کو بھی کنٹرول میں رکھتا ہے۔ اس لیے ساگودانہ بے حد مفید غذا ہے، یہ معدے کے امراض جیسے کہ قبض، اپھارہ، گیس، اور بدہضمی وغیرہ میں بے حد مفید ہے یہ کولیسٹرول کی سطح کو بھی بہتر بناتا ہے، ساگودانہ جسم کی اضافی چربی بھی پگھلانے میں معاون ثابت ہوتا ہے، ساگودانہ پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے۔ ہڈیوں کی نشو ونما اور لچک کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ یہ جسمانی تھکاوٹ کو بھی دور کرتا ہے۔ یہ بدن کو فربہ کرتا ہے اسہال، بخار، اور بیماری کے بعد جلد صحت یاب ہونے اور بیماری کے بعد جسمانی کم زوری دور کرنے اور اپنی توانائی بحال کرنے کے لیے ساگودانہ ضرور استعمال کرنا چاہیے۔

گندم سے الرجی والوں کے لئے بہترین غذا:
ساگودانہ ایک گلوٹن سے پاک آٹا ہے اور جن افراد کو گلوٹن سے الرجی ہے اُن کے لیے اس سے گلوٹن اور اناج فری بریڈ وغیرہ تیار کی جاتی ہے، جن لوگوں کو گندم سے الرجی ہے ان کے لئے بھی انتہاء مفید غذا ہے، ایسے مریض اس کو دودھ کے علاوہ مرغی، مچھلی، گوشت یا دالوں اور سبزی انڈے وغیرہ میں ملا کر حسب ذائقہ نمک مرچ مصالحے شامل کر کے بے شمار ڈشز بنا سکتے ہیں۔

آنتوں میں سوزش کے مریضوں کے لئے: غذائی ماہرین کا کہنا ہے کہ ساگودانہ میں ایسی سٹارچ پائی جاتی ہے جو ہمارے نظام انہضام کے لیے مفید ہے اور یہ سوزش کو کم کرتی ہے اور نظام انہضام میں دوست بیکٹریا کا اضافہ کرتی ہے۔

ورزش کرنے والوں کے لئے توانائی حاصل کرنے کا ذریعہ:
یہ ورزش کی کارکردگی کو بڑھا سکتا ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ورزش سے پہلے یا ورزش کے بعد ساگو دانے کا استعمال برداشت کی قوت (endurance) اور جسمانی توانائی میں اضافہ کرتا ہے۔

ایسے لوگ جن میں ہڈیوں میں خستگی ہوتی ہے تھوڑی سی چوٹ لگنے کے بعد ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں یا خم دار ٹیڑھی ہوجاتی ہیں یا ان میں لکیریں پڑ جاتی ہیں اور انسان ہفتوں اور مہینوں بستر پر لیٹ جاتا ہے اور کوئی حرکت نہیں کر سکتا جو ساگودانہ کا استعمال کریں گے، ان کی ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں اور اگر انہیں یہ عوارض ہیں یا ان کی نسلوں میں یہ عوارض ہیں کہ ان کی ہڈیاں ختم ہوجاتی ہیں یا کمزور ہوجاتی ہیں وہ ساگودانہ کا باقاعدگی سے استعمال کریں۔ یہاں ہم آپ کو ساگودانہ سے تیار ہونے والا ایک سادہ اور انتہاء صحت بخش مرکب بتا رہے ہیں۔

ساگو دانہ اور منقہ کی کھیر:
دو کھانے کے چمچ ساگودانہ اور پانچ عدد عمدہ منقہ بیج نکال کر ایک پاؤ دودھ میں ہلکی آنچ پر پکا کر کھیر بنائیں۔ چاہیں تو ایک چمچہ شکر یا شہد ملا لیں۔ یہ کھیر روزانہ کھلانے سے آپ ہر طرح کے ٹانک اور مقویات سے بے نیاز ہوجائیں۔ بچوں کا قد اور وزن بڑھانے کے لئے بے مثال مرکب ہے۔ حاملہ خواتین کے لئے بہترین غذاء مرکب ہے جو دوسرے تمام مقویات اور ٹانکس کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ یہ پیٹ میں موجود بچے کی صحت پر بھی بہترین اثر ڈالتا ہے۔ ایک تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ جو حاملہ خواتین باقاعدگی سے ساگودانہ کی کھیر استعمال کرتی ہیں ان کا بچہ صحتمند اور خوبصورت پیدا ہوتا ہے۔ یہ کھیر ناشتے میں کھانی چاہئے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

سعودی عرب نے حج زائرین کے قوانین میں ترمیم کی، مکہ جانے کیلئے پرمٹ لازمی

سعودی عرب حکومت نے عازمین حج کے قوانین کو بہتر کیا ہے۔ اس کے تحت اب حج پر جانے والے عازمین کو مکہ جانے کے لئے پرمٹ لینا ہوگا۔ سعودی عرب کے ڈائریکٹوریٹ جنرل آف پبلک سیکیورٹی نے کہا کہ حج سے قبل مکہ میں داخلے کے لیے متعلقہ حکام سے اجازت نامہ لینا ضروری ہوگا۔ درحقیقت اس سال حج کا آغاز پہلے ہو رہا ہے، اس لیے ہندوستان سے حج پر جانے والے عازمین نے اپنی تیاریاں تیز کردی ہیں۔ دوسری جانب سعودی عرب اس بار بڑے انتظامات کر رہا ہے۔ مانا جا رہا ہے کہ اس بار ریکارڈ تعداد میں عازمین حج سعودی پہنچیں گے، جن میں سے ہندوستانی عازمین کی تعداد میں بھی اضافہ ہونے کی امید ہے۔ سعودی عرب اس سال 20 لاکھ سے زائد عازمین حج کے استقبال کی تیاریاں کر رہا ہے۔ حکومت کے ساتھ نجی شعبے کی ایجنسیاں بھی حج کی سہولیات بڑھانے پر زور دے رہی ہیں۔ سعودی حکومت نے کہا ہے کہ اس سال نسک کارڈ سسٹم بھی متعارف کرایا گیا ہے جس سے عازمین حج کی سہولت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ سعودی وزارت حج وعمرہ نے اس سال نسک کارڈ ٹیگ کا اجرا کیا ہے۔ حج وعمرہ کے وزیر ڈاکٹر توفیق الربیعہ نے کہا کہ یہ ٹیگ حج کے موسم میں مقدس مقامات پر حاجیوں کے داخلے کے لئے شروع کیا گیا ہے۔ نسک کارڈ تمام حاجیوں کو دیا جائے گا، اس کا ڈیجیٹل ورژن بھی ہوگا۔ تمام عازمین کی معلومات نسک کارڈ میں درج کی جائیں گی۔ یہ کارڈ حج کے دوران اپنے پاس رکھنا ہوگا۔ کارڈ کے ذریعے حکام عازمین حج کی آسانی سے شناخت کرسکیں گے اور کسی بھی فرضی حاجی کے داخلے پر پابندی لگائی جاسکے گی۔

اگنی ویر' پر نظر ثانی کی ضرورت، 'یوسی سی' پر ہمارا موقف غیر تبدیل: جے ڈی یو

این ڈی اے کی اتحادی جماعت جنتا دل یونائیٹڈ (جے ڈی یو) نے اہم بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ یکساں سول کوڈ (یوسی سی) پر ہمارا موقف آج بھی وہی ہے۔ جے ڈی یو کے جنرل سکریٹری اور ترجمان کے سی تیاگی نے کہا کہ تب بھی ہم نے کہا تھا کہ اس معاملے پر تمام متعلقین یعنی اسٹیک ہولڈرز کو ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے۔ کے سی تیاگی نے کہا، ''ہم نے تب بھی کہا تھا کہ تمام اسٹیک ہولڈرز کو ساتھ لے کر چلنا اور اس معاملے پر ان کے خیالات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یوسی سی پر نتیش کمار نے لاء کمیشن کے چیئر مین کو خط لکھ کر کہا تھا کہ ہم اس کے خلاف نہیں ہیں لیکن اس پر وسیع بحث کی ضرورت ہے۔ اگنی ویر اسکیم کا ذکر کرتے ہوئے کے سی تیاگی نے کہا، ''اگنی ویر اسکیم کی کافی مخالفت ہوئی تھی اور اس کا اثر انتخابات میں بھی دیکھا گیا۔ اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ اگنی ویر اسکیم کو ایک نئے انداز میں سوچنے کی ضرورت ہے۔ فوج میں سیکورٹی اہلکار تعینات تھے اور جب اگنی ویر اسکیم آئی تو ایک بڑے طبقے میں بے اطمینانی پھیل گئی۔ میرا ماننا ہے کہ انتخابات میں ان کے خاندان والوں نے بھی احتجاج کیا تھا، اس لیے آج اس پر نئے انداز میں بحث کرنے کی ضرورت ہے۔''

انڈیا اتحاد ہندوستان کی آواز ہے اور عوام نے فیصلہ سنا دیا: راہل گاندھی

لوک سبھا انتخابات 2024 کے نتائج سامنے آنے کے بعد راہل گاندھی نے کہا کہ انڈیا نامی اتحاد دراصل ہندوستان کی آواز ہے اور اس آواز نے اپنا فیصلہ واضح کر دیا ہے۔ کانگریس رہنما نے کہا کہ ملک کے عوام نے جمہوریت اور آئین کے تحفظ میں اپنی تمام تر کوششیں لگا دی ہیں اور ہم ان کے اس فیصلے کو پوری طاقت کے ساتھ آگے بڑھائیں گے۔ دراصل، کانگریس صدر ملکارجن کھڑگے کی رہائش گاہ پر انڈیا نامی اتحاد کے رہنماؤں کی میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں کانگریس رہنما راہل گاندھی، تیجسوی یادو، راگھو چڈھا، شرد پوار، ڈی راجہ، سنجے راوت، اکھلیش یادو، چمپائی سورین، سپریا سولے اور اتحاد کے دیگر رہنماؤں نے شرکت کی۔ میٹنگ کے اختتام کے بعد کانگریس صدر ملکارجن کھڑگے نے کہا کہ وہ اپنے اتحاد کے رہنماؤں کا خیر مقدم کرتے ہیں، کھڑگے نے کہا کہ عوام کا مینڈیٹ بی جے پی اور اس کی ساتھی پارٹیوں کے بدعنوانی اور سوچ کے خلاف مناسب جواب ہے۔ کانگریس صدر نے مزید کہا کہ عوام کے مینڈیٹ نے بی جے پی اور اس کی نفرت اور بدعنوانی کی سیاست کو منہ توڑ جواب دیا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ مینڈیٹ ہندوستان کے آئین کی حفاظت، مہنگائی، بے روزگاری، کرونی سرمایہ داری کے خلاف اور جمہوریت کو بچانے کے لیے ہے۔ انڈیا نامی اتحاد مودی کی قیادت والی بی جے پی کی فاشسٹ حکمرانی کے خلاف لڑتا رہے گا۔ عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے مناسب وقت پر مناسب اقدامات کریں گے۔

دہلی میں پانی کے بحران سے متعلق سپریم کورٹ نے سنایا اہم فیصلہ

دہلی میں پانی کے بحران سے عوام پریشان ہے۔ اس ضمن میں سپریم کورٹ نے انتہائی اہم فیصلہ سنایا۔ عدالت عظمیٰ نے ہماچل پردیش کو 137 کیوسک اضافی پانی چھوڑنے کی ہدایت دی ہے تاکہ دہلی کی مشکلات کم ہوں۔ عدالت نے کہا کہ ہماچل پردیش کی طرف سے چھوڑے گئے اضافی پانی کی روانی کو ہریانہ آسان بنائے۔ ساتھ ہی عدالت نے دہلی سے کہا کہ کسی بھی طرح پانی کی بربادی نہ ہونے پائے۔ جسٹس پی کے مشرا اور جسٹس کے وی وشوناتھن کی تعطیل بنچ نے پانی بحران معاملہ پر سماعت کرتے ہوئے کہا کہ ہماچل پردیش حکومت کو کسی طرح کا اعتراض نہیں ہے اور وہ اس کے پاس دستیاب اضافی پانی چھوڑنے کو تیار ہے۔ دراصل سپریم کورٹ دہلی حکومت کی ایک عرضی پر سماعت کر رہا ہے۔

Volume:64/74,Issue:22 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

جہاں کا درد لینا کتنا مشکل کام ہے پیارے
سیاست خدمتِ خلق خدا کا نام ہے پیارے
(محرم قاسمی)

تعلیمی ادارے اور مسلم مینجمنٹ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

مسلمانوں کے زیر انتظام عصری مدارس کی ایک بڑی ضرورت نصاب تعلیم میں ایسے مضامین کو شامل کرنا ہے، جو مسلمان طلبہ اور طالبات کو اسلام کے بارے میں واقفیت بھی فراہم کریں اور ان کو احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے سے بچائیں، محض چند دُعاؤں کا یاد دِلا دینا کافی نہیں؛ بلکہ توحید، شرک، رسالت، عبادات، معاشرتی زندگی اور معاملات کے بارے میں ان کو معلومات فراہم کی جائیں، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی تاریخ کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں، ان کے متعلق وہ حقائق سے آگاہ ہوں، ہندوستان کی حقیقی تاریخ کہ مسلمانوں نے اس ملک کو کیا کچھ دیا؟ پڑھائی جائے، بابر، غزنوی وغوری اور اورنگ زیب عالم گیرؒ وغیرہ مسلم حکمرانوں کے بارے میں جو پروپیگنڈے کئے جاتے ہیں، ان کی حقیقت سمجھائی جائے؛ تاکہ آج از سرِ نو تاریخ لکھنے کی جو کوشش کی جا رہی ہے، اس کے زہر سے مسلم نوجوانوں کے ذہن کو محفوظ رکھا جاسکے، ان موضوعات پر بہت سی تحریریں موجود ہیں اور اگر ضرورت پڑے، تو اس نقطۂ نظر سے کچھ کتابیں مدون کی جائیں، یہ وقت کی نہایت اہم ضرورت ہے، جن جماعتوں میں بورڈ کا امتحان دینا ہوتا ہے، ان جماعتوں کو چھوڑ کر اگر دوسری کلاس میں ایسی کتابیں رکھی جائیں، تو شاید اس میں کوئی دقت نہ ہو۔

ایک افسوس ناک بات یہ ہے کہ تعلیم جو خدمتِ خلق کا ذریعہ تھی، آج وہ سب سے بڑی تجارت ہے، عیسائی مشنریز تو اس تجارت سے لوگوں کا مذہب خریدتی ہیں اور اپنے دین کی تبلیغ کرتی ہے؛ لیکن مسلمان انتظامیہ اس تجارت کو زیادہ تر اپنے شخصی مفاد اور زیادہ سے زیادہ حصولِ دولت کے لئے استعمال کرتی ہے؛ بلکہ بعض اوقات تو غریب مسلمانوں کو اس حوصلہ افزا مشورہ سے بھی سرفراز فرمایا جاتا ہے کہ ''پڑھانا ہی کیا ضروری ہے، رکشہ چلواؤ'' اگر ہماری درس گاہوں کا مقصد صرف مرفہ الحال مسلمانوں سے پیسے وصول کرنا اور ان کے بچوں کو پڑھانا ہے، تو یقیناً یہ ادارے بے فیض ہیں، اور یہ مقصد تو غیر مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والی درس گاہوں سے بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔

حیرت ہوتی ہے کہ معقول داخلہ فیس اور تعلیمی فیس لینے کے باوجود ان اسکولوں میں عام طور پر اساتذہ کی تنخواہیں بہت قلیل ہوتی ہیں اور قلیل تنخواہ ہی کی نسبت سے ان اساتذہ کی صلاحیت اور استعداد بھی ہوتی ہے، تنخواہ کی کمی اساتذہ کے لئے بے اطمینانی کا باعث ہوتی ہے؛ اس لئے وہ بھی دوسری جگہ کی تلاش میں رہتے ہیں کہ شاید یہ ان کی تنخواہ میں کسی قدر اضافہ کا باعث ہو سکے، اس بے اطمینانی کی وجہ سے بار بار اساتذہ تبدیل ہوتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ بار بار اساتذہ کی تبدیلی تعلیم کے لئے نہایت نقصان دہ ہے؛ کیوں کہ تعلیم کے لئے طالب علم اور مدرس کے درمیان ذہنی مناسبت اور مناسبت سے بڑھ کر موانست ضروری ہے، ہر شخص کی تفہیم کا انداز الگ الگ ہوتا ہے، زبان اور لب ولہجہ میں بھی فرق ہوتا ہے، ہفتہ عشرہ تو طالب علم کو اساتذہ سے مناسبت پیدا ہونے میں لگ جاتا ہے اور اساتذہ کے لئے طلبہ کی انفرادی صلاحیت اور مزاج کو پہچاننے میں تو اس سے بھی زیادہ وقت درکار ہوتا ہے، اس کے بعد ہی حقیقی طور پر استاذ اور طالب علم کا تعلیمی رشتہ استوار ہوتا ہے، اگر مدرس بار بار تبدیل ہو، یا خود مضامین ایک مدرس سے دوسرے مدرس کی طرف منتقل ہوتے رہیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اچھا خاصا وقت ایک دوسرے سے ارتباط ہی میں چلا جائے گا۔

مسلمان انتظامیہ کا انسانی، اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ تعلیمی اخراجات کو ایسا مناسب اور متوازن رکھیں کہ غریب مسلمان خاندان کے طلبہ بھی تعلیم حاصل کر سکیں اور ''نہ نفع نہ نقصان'' یا ''اقل ترین نفع'' کی بنیاد پر ادارے چلائے جائیں، جبھی ہم غریب اور پس ماندہ مسلمانوں کو بھی زیورِ تعلیم سے آراستہ کر سکیں گے، یا کم سے کم اتنا کیا جائے کہ ہر طالب علم کی فیس میں کچھ حصہ (Poorfund) مان کر چلیں، مثلاً اگر ہم ایک ہزار داخلہ فیس لیتے ہیں، تو نو سو داخلہ فیس اور ایک سو ''غرباء کا فنڈ'' تصور کریں اور ہر دس طالب علم پر ایک غریب طالب علم کا مفت داخلہ لیں، اس طرح کم سے کم دس فیصد داخلے غریب بچوں کے بھی ہو سکیں گے۔

موجودہ حالات میں ایک اہم مسئلہ اردو زبان کی تعلیم کا بھی ہے، اس میں شبہ نہیں کہ اُردو واحد زبان ہے جس کو مسلمانوں نے وجود بخشا ہے، اس زبان میں تقریباً ۷۵ فیصد الفاظ عربی اور فارسی ہیں، خود قرآن مجید کے الفاظ بہ کثرت اس زبان میں داخل ہیں، اسلامی اصطلاحات اور محاورات جس قدر اُردو زبان میں پائے جاتے ہیں، عربی زبان کے بعد کوئی زبان نہیں، جو اسلامی تعبیرات سے اس قدر مالا مال ہو، ایک غیر مسلم بھی جب اُردو زبان میں لکھتا اور بولتا ہے، تو ''ماشاء اللہ، الحمد للہ'' اور ''سبحان اللہ'' وغیرہ الفاظ اسے بھی بولنے اور لکھنے پڑتے ہیں۔

پھر اُردو زبان میں اسلامی علوم کا سرمایہ اتنی بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے کہ سوائے عربی زبان کے کوئی زبان نہیں جو اتنی مال دار اور صاحبِ ثروت ہو، تفسیر، قرآن وحدیث کے ترجمے، مسنون حدیث کی شرحیں، فقہ اور فقہی کتابوں کے ترجمے، سیرت، اسلامی تاریخ، غرض تمام ہی اسلامی علوم پر اردو زبان میں ایک عظیم الشان کتب خانہ تیار ہو چکا ہے، ایک زمانہ میں عربی کے بعد سب سے زیادہ اسلامی لٹریچر فارسی زبان میں تھا؛ لیکن اب اُردو نے فارسی پر سبقت حاصل کر لی ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اردو ایک بین الاقوامی زبان ہے، جو آج ایشیاء سے لے کر امریکہ تک اپنا مقام بنا چکی ہے، برصغیر آبادی کے اعتبار سے دنیا کا نہایت ہی گنجان علاقہ ہے، برصغیر کے اکثر علاقوں میں اُردو زبان سمجھی جاتی ہے، ایک محتاط اندازہ کے مطابق ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں ساٹھ کروڑ مسلمان بستے ہیں، ان میں پچاس کروڑ لوگ وہ ہیں جو اُردو سمجھتے ہیں اور کم سے کم چالیس کروڑ وہ ہیں، جو اُردو بولتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں، یہ ایک بہت وسیع حلقہ ہے، اگر پوری دنیا میں اُردو بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد پچاس کروڑ ہی مان لی جائے، تو اُردو بولنے والے کا تناسب بین الاقوامی زبانوں میں نہایت نمایاں ہے۔

اگر ہمارے بچے (جو عربی اور فارسی زبان سے بھی واقف نہیں) اُردو زبان سے بھی نابلد رہ جائیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہت ہی عظیم اسلامی سرمایہ سے محروم ہو جائیں گے، اسلامی لٹریچر سے ان کا رابطہ کٹ کر رہ جائے گا اور اپنے سلفِ صالحین اور بزرگوں سے ان کا رشتہ منقطع ہو جائے گا، اسلام کے بارے میں یا تو ان کو کوئی واقفیت اور آگہی نہیں رہے گی، یا وہ اپنی معلومات کے لئے ان لوگوں کی تحریروں اور کتابوں پر انحصار کریں گے جو حقیقت میں اسلام کے معاند ہیں اور جن سے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی، اس لئے مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والے اسکولوں میں اُردو زبان کی تعلیم وقت کی نہایت اہم ضرورت ہے، اور اس سے چشم پوشی برتنا آنے والی نسلوں سے محرومی کو گوارا کرنے کے مترادف ہے، یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ جو لوگ اُردو زبان کے تحفظ کی تحریک چلاتے ہیں، دین دار ہیں، دینی علوم سے وابستہ ہیں، اُردو زبان کی روٹی کھاتے ہیں، اُردو میں وعظ وتقریر اور شعر وسخن ان کا امتیاز ہے، خود ان کے بچے اُردو کو ''اچھوت'' سمجھتے ہیں، اس لئے ضرورت تو اس بات کی ہے کہ اُردو ذریعہ تعلیم ہو اور اس سے زیادہ معیاری اسکول قائم کئے جائیں؛ لیکن اگر اپنے اندر اتنی جرأت نہ پاتے ہوں، تو خواہ ذریعہ تعلیم انگریزی ہو، ثانوی زبان ہی کی حیثیت سے کم سے کم اردو کو داخل نصاب کریں، اس کے لئے اچھے تربیت یافتہ اساتذہ رکھیں اور اس کو پوری اہمیت دیتے ہوئے پڑھائیں، یہ موجودہ حالات میں آئندہ نسلوں کو اسلام پر باقی رکھنے اور مسلمان بچوں کا اسلام سے رشتہ استوار رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

عصری درس گاہوں کے طلبہ کی اسلامی تربیت اور ذہن سازی میں دینی مدارس بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، اگر دینی مدارس ابتدائی مرحلہ میں پہلی جماعت سے ساتویں جماعت تک سرکاری نصاب کے ساتھ اسلامیات اور قرآن مجید پڑھ لیں، دو پارے حفظ کر لیں، سیرت اور دینیات کی کچھ کتابیں پڑھ لیں، نیز اسلامی عقائد اور تاریخ پر بھی کوئی کتاب ان کی ذہنی استعداد کے مطابق پڑھا دی جائے اور تربیت کا اسلامی ماحول ان کو دیا جائے، تو یہ نہایت ہی مبارک اور نافع قدم ہوگا، اس طرح بہت سے وہ ماں باپ جو اپنے بچوں کو حقیقی معنوں میں مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں اور اس ذہنی ارتداد سے نالاں ہیں جو اس وقت مشنری اسکولوں کی عام بیماری ہے، وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے، بچوں کا اگر ابتدائی مرحلہ میں اسلامی ذہن بنا دیا جائے اور ان کی صحیح تربیت ہو جائے، تو پھر جو بھی پڑھیں اور بنیں، ایک مسلمان کی حیثیت سے بنیں گے اور انشاء اللہ ان کو کوئی طاقت ''سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور طارق فتح'' بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے گی اور خود ان دینی مدارس کے لئے بھی یہ نہایت مفید اور نتیجہ خیز قدم ہوگا، ان مدارس کے فضلاء کے بارے میں جو شکایت ہے کہ یہ عصری معلومات سے بے خبر ہیں اور اپنے ماحول کے بارے میں بھی کوئی آگہی نہیں رکھتے، یہ شکایت بھی انشاء اللہ دور ہو جائے گی اور مدرسہ کی چہار دیواری سے نکلنے کے بعد اپنے آپ کو ماحول میں اجنبی اور نو وارد محسوس نہیں کریں گے۔

THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیو آر کوڈ اسکین کر کے آپ سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کر دیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔
WEEK ENDING-03/06/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421 9304022690
Scanned with CamScanner